

صحیح نفس کی کیفیت کو دور کرتا ہے کیوں کہ شد میں روغنیات بھی شامل ہے لہذا اس سے جو خدشات اٹھتے ہیں وہ پچھپھروں میں کشادگی پیدا کر کے سانس لینے کے عمل کو آسان بنا دیتے ہیں۔ جلدی امراض کے لئے بھی بالخصوص زخموں کے لئے نہایت ہی مفید و سود مند ہے عبد اللہ ابن عمرؓ شہد کی شفا بخشی کے اس قدر قائل تھے کہ اپنے زخموں کا علاج شد کے ذریعے کیا کرتے تھے۔

کلیجی اور شد ملا کر مرہم تیار کیا جائے تو چھوٹے چھوٹے زخموں اور جلے ہوئے حصے پر اس کے استعمال سے بہتر نتیجہ حاصل ہوا ہے۔

**زخموں کے نشانات بھی ختم ہو جاتے ہیں**  
شد کی مکھیوں میں بھی وہی اثر موجود ہے۔ ان کے کاٹنے کے بعد جو زہریلے اثرات جسم میں پیدا ہوتے ہیں وہ گھٹیا کے مریض کے لئے بھی سود مند ہے ان کو پیس کر شد کے ساتھ ملا کر لگانا آشوب چشم اور مسوزخوں کے درد کے لئے مفید ہے جالینوس کا کہنا ہے کہ اس آمیزے کو سر پر لگایا جائے تو گرے ہوئے بال نکل آتے ہیں بشکل سفوف سرطان کے لئے مفید بتایا جاتا ہے۔

انفلوئنزا، ہیضہ، نمونیہ، چیچک، آنٹوں اور پیشاب کے امراض منہ کا آنا ورم مثانہ، ورم مہبل اور اعضائے رکیہ اور اعضائے جنسی کے ورم پیدا کرنے والے جراثیم کے خلاف شد کی مدافعتی قوت و صلاحیت کی تصدیق بھی تحقیقی بنیاد پر کی جا چکی ہے ماء العسل فالج کے مریضوں کے لئے بہترین دوا ہے۔

شد قدرے ملیں، محلل، یاج، دافع تعفن اور حامی ہے مقوی جسم، معضت بلغم ہے سفوس سماگا انزورت کو شد بتی بنا کر

سفوف کو اس کے اوپر چمڑک کر کان کے اندر رکھنے سے پیپ آنے کو روکتا ہے سیلان لاذن چوں کا ایک عام مرض ہے جہاں ہم دیگر اویہ کا استعمال کرتے ہیں مذکورہ مرکب کو استعمال کریں اور اس کے نتائج کا اندازہ کریں بہترین مطلق ہے بہترین مصفی خون اور امراض قلب کے لئے بھی استعمال نافع ہے۔ چوں کو روغن بید انجیر استعمال کرانے کے لئے یہ ایک نہایت بہترین رقتہ ہے اور اس کا مصلح بھی ہے کیوں کہ زیادہ مقدار پیٹ میں مروڑ پیدا کرتا ہے اس مضرت سے شد تحفظ فراہم کرتا ہے۔

طب یونانی میں شد کی افادیت کے ساتھ ساتھ دوا سازی میں بھی اس کو بڑا دخل ہے اور معیبات میں اس کو خصوصی طور پر شامل کرتے ہیں، اس کی شمولیت ہر بڑے متقاعد کو پورا کرتی ہے مرکب خراب و فاسد نہیں ہوتے اور ایک عرصے تک محفوظ رہتے ہیں شد میں غذائی تاثیر بھی موجود ہے چنانچہ شد مریضوں کی غذائی ضرورت کو بھی کسی حد تک پورا کرتا ہے ہم شد کو اپنا کر قرآن و حدیث میں بتائی گئی خصوصیات سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں اطباء کرام کے نزدیک بھی شد انسانی صحت کو قائم رکھنے کے لئے قدرت کا

بہترین تحفہ ہے۔ **بقیہ: قرآن پاک**  
شرک قطعاً ناقابل معافی جرم ہے اور ہر شرک کے لئے جہنم میں جھونکے جانے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے خود رسول اللہ ﷺ اور سب ایمان والوں کو یہ حکم سنایا گیا کہ خبردار کسی شرک کے لئے اللہ سے مغفرت اور بخشش کی دعا بھی نہ کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں ناپاکوں کے حق میں بخشش کی دعا بھی نہیں سننا چاہتا اس سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شرک اللہ کے نزدیک نہایت ہی بدتر اور نجس ہے جس کی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں شرک کے تمام اثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔



LW/NP - 184

**RIZWAN**

R.N. 2416 / 57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406

بچوں کی

## قصص الانبیاء

از: ائمہ اہل سنت

چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:-

”ان سے چھوٹے بھائی مولانا فیضان علی ندوی کی کتاب ”قصص النبیین للاطفال“ اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پڑھایت حالات بڑوں اور بچوں ہوں سبک پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انھیں مطالب کو عربی سے اردو میں منقل کر دینا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق کرتی ہیں، جو بڑے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے“

حصہ اول

- حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود، حضرت صالح، قیمت - ساٹھ ساٹھ اردو زبان
- حضرت داؤد، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، قیمت - بیسی بیس لکھتے
- حضرت موسیٰ، حضرت موسیٰ علیہ السلام، قیمت - جائیں گے
- حضرت چارم حضرت یقوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، قیمت -
- حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، قیمت -

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوٹن روڈ  
لکھنؤ (دہلی پری) - ۲۲۶-۰۱۸

بیتادگار حضرت مولانا محمد شاکر حسینی رحمة الله عليه

جو زمین کا ترجمان

ماہنامہ  
نومبر

اپریل ۱۹۲۰ء

۸۲۲۱  
۱۳۸۰۹۱

Ph. 270406

سالانہ چندہ:

- \* برائے ہندوستان: ۱۰۰ روپے
- \* غیر ملکی ہوائی ڈاک: ۲۵ امریکی ڈالر
- \* فی شمارہ: ۹ روپے

ایڈیٹر: محمد حمزہ حسینی

معاونین: امامہ حسینی، میمونہ حسینی، اہق حسینی ندوی، جعفر مسعود حسینی ندوی

نوٹ: ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان (۱۴۲/۵۳) محمد علی لین، گون روڈ، لاہور

ایڈیٹر، پبلشر، پبلشر محمد حمزہ حسینی نے مولانا محمد شاکر حسینی فاؤنڈیشن کے لئے اعلیٰ آفس پریس میں پبلشر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا



آج دنیا کی ساری ریاستیں اور حکومتیں اسی کام میں لگی ہوئی ہیں کہ قوموں اور انسانی گروہوں کو ہر طرح مطمئن کیا جائے اور خواہشات انسانی کی تکمیل کی جاسکے لیکن کیا ہے کہ ایک انسان کی خواہشات بھی پورا ہونا ناممکن ہے اور دنیا کا حال یہ ہے کہ محدود اور مختصر اور

کروروں انسانوں میں مشترک ہے۔ واقعات کی دنیا میں دیکھئے تو اس دنیا میں ایک آدمی کی منہ مانگی خواہشات کو بھی پورا کرنے کی گنجائش نہیں ہے یہاں کسی بواہوس کی ہوس پوری نہیں ہو سکتی۔

آج دنیا کے بڑے بڑے رہنما کہہ رہے ہیں کہ انسانی خواہشات سب جائز اور فطری ہیں سب کو پورا ہونا چاہیے اور اسی پر دنیا میں عمل ہو رہا ہے یہی بنیادی غلطی ہے خواہشات کی تکمیل اور تکمیل سے انسانیت کی تشفی نہیں ہو سکتی، اور نہ قلب میں سکون پیدا ہوگا۔ یہ تو سمندر کا کھاری پانی ہے جس قدر اس سے پیاس بجھائے گا پیاس بھڑکے گی آج ساری دنیا میں اسی فلسفہ کے مطابق کام ہو رہا ہے کہ انسانوں کی صحیح غلطی بہتر ہے کی خواہشات پوری کی جائیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے سکون پیدا ہوگا امن و امان قائم ہوگا۔ لیکن نتیجہ بالکل الٹا نکل رہا ہے۔ آج ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے اور اس میں ایندھن ڈالا جا رہا ہے خواہشات مطالبات کا لاد جل رہا ہے اور اس آگ میں سب کچھ جل کر بھسم ہو جا رہا ہے۔

اللہ کے رسولوں کا راستہ اس سے بالکل الگ ہے انھوں نے جائز ناجائز خواہشات کی تکمیل کے بجائے خواہشات کو حکام دی اس کے رخ کو موڑا صرف جائز خواہشات کو اس کا مستحق سمجھا کہ ان کی تکمیل کی جائے انھوں نے زندہ اور بیدار ضمیر پیدا کیا اس سے زندگی میں اعتدال پیدا ہوا، دلوں میں سکون آیا۔ اللہ کے پیغمبروں نے نفسانی خواہشات کے بجائے اللہ کو راضی کرنے کی زبردست خواہش پیدا کی، انسانی ہمدردی غم گساری کا جذبہ پیدا کیا۔ انھوں نے ضمیر بخشا، یقین بخشا۔ ہم لوگوں میں یہی جذبہ پیدا ہونا چاہیے اور اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ زندگی محض کھلنے پینے کا نام نہیں ہے۔ انسان کی زندگی محض حیوانی زندگی نہیں ہے بلکہ ایک با مقصد زندگی ہے۔ انسان کی دنیا صرف پیٹ کی دنیا نہیں ہے آج اصل زندگی دم توڑ رہی ہے انسانیت کی پونجی لٹ رہی ہے اس کو صرف پیغمبروں کی صدا ہی بچا سکتی ہے پیغمبروں کا بتایا ہوا راستہ ہی نجات اور کامیابی دلا سکتا ہے۔

۴	مولانا محمد منظور نعمانی	کتاب ہدایت
۶	امۃ اللہ نسیم	حدیث کی روشنی
۸	بابوشفتت قریشی سہا	سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲	پروفیسر خواجہ حامد بن جمیل	قرآن پاک کی آیات
۱۶	احسان اللہ شائق	اللہ کی ناشکری سے بچئے
۱۹	میم احمدی	ماہ محرم کی بدعات و ترانعات
۲۲	جاوید اشرف میرٹھی ندوی	نیت کو درست رکھیے
۲۴	نرم یوسف لاہور	اسلام کی برکات و آداب
۲۶	حکیم محمد عمر فاروق شیخ جام پوری	تہذیبی خودکشی
۲۸	کلیم چغتائی	عماد الدین زنگی
۳۶	مفتی راشد حسین ندوی	سوال جواب
۳۸	سید فضل اللہ قادری ندوی	شہد اور اس کی افادیت

## خداوند کی ہدایت کی اہمیت و پیروی

اگرچہ برقیقت ہے کہ خدا کی ہدایت کو جان لینے اور بندوں کی ہدایت کے لیے اس کے نام کیے ہوئے سلسلہ رسالت کو مان لینے اور اس پر ایمان لے آنے کے بعد خود بخود بندے کے لیے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے متعلق یہ اصولی فیصلہ کر لے کہ اس دنیا میں مجھے اللہ کے احکام اور اس کی نازل کی ہوئی ہدایت کا مطیع اور تابع رہ کر ہی زندگی گزارنا ہے لیکن قرآن مجید صریحاً اس لزوم پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مستقل طور سے بھی اس کی دعوت دیتا ہے اور پوری تاکید کے ساتھ جابجا اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ وہ خدا کی ہدایت اور اس کے احکام و جو یہ نبروت کے ذریعے اس کی طرف سے آئیں ان کی پیروی کو زندگی کا اصول بنائیں نجات و فلاح کی یہ راہ ہے اور اس کے سوا ہر راستہ ہلاکت کا راستہ ہے۔

سورہ انعام میں فرمایا گیا ہے۔  
 قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى  
 وَاَمْرٌ بِالْاِسْلٰمِ لِبَرِيَّتِ الْعٰلَمِيْنَ ۝  
 (انعام، ع-۹)  
 اے پیغمبر! آپ میرے بندوں کو بتائیے کہ اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت ہی زندگی کی صحیح راہ ہے اور ہم سب کو مکم ہے کہ پروردگار عالم کی حکم برداری کریں۔  
 اور سورہ اعراف کے بالکل شروع میں فرمایا گیا ہے۔  
 اَتَّبِعُوْا مَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ  
 وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهَا وَاُولٰٓئِكَ  
 (اعراف، ع-۱۰)  
 اس ہدایت کی پیروی کرو جو اتاری گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اس کے سوا اور آقاؤں کی پیروی نہ کرو (کیونکہ) حقیقی آقا اور رب ضرور ہی ہے اور سورہ زمر میں ارشاد ہوا۔

وَاَنِيبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ ذٰلِكَ سَبِيْلُ الْاِسْلَامِ  
 مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ  
 لَنْتُمْ لَا تَتَّصِفُوْنَ ۝ وَاَتَّبِعُوْا حَسَنَ مَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ  
 مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ  
 لَنْتُمْ ۝ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝  
 (زمر، ع-۶)

اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو قبل اس کے کہ آئے تم پر اس کا عذاب اور پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے اور اتباع کرو اس بہترین ہدایت کا جو اتاری گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے قبل اس کے کہ آجائے تم پر اچانک عذاب اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔  
 یہ تو خداوندی ہدایت کے اتباع کی تاکید تھی نیز قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ  
 یا اس کے ہم معنی الفاظ میں بھی جابجا اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

اب ماننے اور نماننے والوں کا انجام بھی ان کے ہی زبان سے سنئے سورہ فتح میں ارشاد ہے۔  
 وَمَنْ يَطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ يَدْخُلْهَا مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ  
 وَمَنْ يَتَّوْلِ يَعْذِبْهُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (الفتح، ع-۲)  
 جو لوگ حکم برداری کریں گے اللہ اور

اس کے رسول کی اور ملیں گے ان کی ہدایت پر ان کو پہنچائے گا اللہ ان ہستی باغات میں جن کے نیچے نہیں جاری ہیں اور جو نہ مانیں گے اور حق کی اس راہ سے مدد نہ چلیں گے ان کو اللہ تعالیٰ اس مجرم کی دردناک سزا دے گا۔

اور دوسری جگہ ماننے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔  
 وَمَنْ يَطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝  
 اور جو لوگ تابعداری کریں اللہ اور اس کے رسول کی تو انھوں نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

اور سورہ نساء میں اس بڑی کامیابی کا مفہوم کی تفسیر تشریح اس طرح فرمائی گئی۔

وَمَنْ يَطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ لَبِيَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِيْدِ  
 وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسَنَ اَوْلٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝  
 ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النساء، ع-۹)

اور جو بندے فرمانبرداری کریں اللہ اور اس کے رسول کی، تو وہ اللہ کے ان خاص بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اس کا خصوصی انعام ہے یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین اور کیا اچھے ہیں یہ رفیق

یہ ان پر فضل ہو گا اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔  
 اور ان ہی خوش نصیب بندوں کے متعلق جنھوں نے ہر طرف سے رخ موڑنے کے اور دنیا کے سارے طریقوں کو چھوڑ کر اللہ کی ہدایت کی پیروی ہی کو اپنا اصول زندگی بنا لیا ہے، سورہ مؤمن میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے وہ خاص خاص مقرب فرشتے (حاملین عرش و من حولہ) جنھیں بارگاہ خداوندی میں ہر وقت حاضر سری نصیب رہتی ہے وہ اللہ کی حمد و تسبیح کے ساتھ ان بندگان خدا کے لیے بلکہ ان کے طفیل میں ان کے آبا و اجداد اور بیوی بچوں کے لیے بھی ہر دم دعا کے خیر کر رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی اس دعا کے الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں پڑھیے اور بار بار پڑھیے۔  
 رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوا وَاَتَّبِعُوا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اَبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ اِنَّكَ اَمْتٌ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتُمْ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝  
 (المؤمن، ع-۱۰)

لے پروردگار! تیرا علم اور تیری رحمت ہر چیز کو محیط ہے پس تو اپنے ان بندوں کی مغفرت فرمائے جو تیری طرف رجوع ہوئے اور انھوں نے تیری ہدایت کی پیروی کی اور تیری بتائی ہوئی راہ پر چلے اور دوزخ کے عذاب سے ان کو بچالے لے پروردگار! اور ان غیر نافرمانیوں میں ان کو پہنچا دے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ماں باپ اور ان کے بیوی بچوں میں سے جو سمجھا چکے ہیں ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں رکھ، تو زبردست حکمت والی ہے اور تکلیفوں اور برائیوں سے ان کو بچا، اور قیامت کے دن جن کو تو نے تکلیف دے، بچا یا تو ان پر تیری رحمت ہوئی اور یہ ان کی بڑی کامیابی ہے۔

گویا اللہ کے یہ بلند مرتب مقرب فرشتے مامور ہیں کہ اللہ کی بندگی اور اس کی حکم برداری والی زندگی گزارنے والے بندوں کے حق میں یہ دعا کے غیر اللہ کے حضور میں کرتے رہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جس اللہ نے انھیں اس دعا پر آمون فرمایا ہے اور اپنی حمد و تسبیح کے ساتھ اس دعا کے خیر کو ان کا وظیفہ بنایا ہے وہ ان کی اس دعا کو کیوں نہ قبول فرمائے گا بلکہ قرآن مجید میں یہ دعا کیلئے ذکر کی گئی

لوگوں کے درمیان مصالحت کرنے میں جھوٹ نہیں ہوتا

حضرت ام کلثومؓ بن عقبہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح قائم کرنے کے لیے جھوٹ بولے۔ اس کو بھلی بات پہنچائے اور اس سے بھلی بات کہے۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک مقروض کا قرض کم کرانا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر جھگڑا کرتے والوں کی آواز سنی۔ ان کی آوازیں تیز تھیں۔ ان میں سے ایک اپنے قرض کو کم کرانا تھا اور نرمی چاہتا تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں کم نہ کروں گا۔ آپ سکلے اور فرمایا کہاں ہے اللہ پر قسم کھانے والا کہ میں نیکی نہ کروں گا اس نے کہا میں ہوں یا رسول اللہ جو یہ چاہے وہ اس کے لیے ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

بے شک مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح قائم رکھو۔ صدقہ کی قسمیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے، دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے۔ آدمی کی مدد جانور کے بارے میں کرو اس کو سوار کرو، یا اس کے سامان کو اس کی سواری پر لا دو صدقہ ہے اچھی بات کہو صدقہ ہے ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھاؤ صدقہ ہے اور راستے سے کانٹا وغیرہ پٹا دو صدقہ ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ  
الَّذِينَ آمَنُوا بِصَدَقَةٍ أَوْ مَقْرُونٍ  
أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ  
(نساء۔ ع۔ ۱۷)

ان کی بہت سی سرگوشیوں میں بھلائی نہیں مگر جو صدقہ کا حکم دے یا بھلائی کا اور لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔  
وَالصَّلَاحُ خَيْرٌ مِّنْ (نساء۔ ع۔ ۱۸)

اور صلح بہتر ہے۔  
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (انفعال۔ ع۔ ۱)

اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم کرو۔  
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (حجرات۔ ع۔ ۱)

تشریف لے جانا

حضرت سہیل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان جھگڑا ہے تو آپ ان لوگوں کے درمیان صلح کرنے کے ارادے سے تشریف لائے تو آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا اے ابو بکرؓ کیا تم لوگوں کی امامت کر سکتے ہو ابو بکرؓ نے فرمایا ہاں حضرت بلالؓ کھڑے ہو گئے حضرت ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر تکبیر کہی پھر لوگوں نے بھی کہی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صف میں کھڑے ہو گئے لوگ تالیاں بجانے لگے حضرت ابو بکرؓ نماز کی حالت میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ لوگوں نے جب زیادہ تالیاں بجائیں تب متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ نے ابو بکرؓ کو نماز قائم رکھنے کا اشارہ کیا حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ہاتھ بلند

کیے اللہ کی تعریف کی اور پیچھے لوگوں کے صف میں کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز شروع ہوئی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگوں کو تم کو کیا ہوا، جب کوئی نئی چیز نماز میں پیش آئی تم تالیاں بجانے لگے۔ تالیاں تو عورتوں کے لیے ہیں کوئی چیز اگر نماز میں خارج ہو تو سبحان اللہ کہو، جب سبحان اللہ کہو گے جو سنے گا متوجہ ہو جائے گا اور اے ابو بکرؓ تم نے نماز کیوں نہ پڑھائی جب کہ ہم نے تمہاری طرف اشارہ بھی کیا انھوں نے کہا ابو تمہارے کے بیٹے کو رو انہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھاؤ۔ (بخاری۔ مسلم)

اے نبیؐ! ان لوگوں کو نماز پڑھائی اور تیسرا آدمی ان میں سے ایک پاس جا کر اور کہے کہ تمہارے مخالف نے تمہاری تعریف کی یا تمہارا دلچہ اور دوسرے پاس جا کر بھی یہی کہے تو وہ جوڑا کہہ جانے کا متھی نہیں ہے۔ اے وہ مجھ گئے اگر حضورؐ کا منشا یہ ہے کہ اس کے لیے ساقی کر دی جائے انھوں نے نوراً قبول کر لیا۔

بقیہ نیت کو درست

صرف ایک ہی برائی نکھرتے ہیں؟ سبحان اللہ! قربان جائے اس ذات کے کہ رمتیں بہانہ نہ ہوں تیری ہریا۔  
اے بار الہ! ہمیں بھی متحضر و اخلاص نیت سے نواز کر اپنی رحمتوں کی آغوش میں لے لیجئے۔  
فانك على ذلك قدير وبالاجابة جادير و صلى الله عليه و على اله و سلم

ہدیہ نعت  
محضور سرور کائنات  
• ڈاکٹر محبوب بخش (ڈاکٹر)  
آپ کا ہے دو جہاں میں نہیں و برکت جو جہاں  
آپ نمودار ہیں، نمونہ جہاں، نمونہ زمین  
آرزو سے دید سے بہتر ہے میرا دل  
آپ کا درجہ کہاں، میرا کہاں حسن و حسن  
آپ ہی کی ذات ہے وہ مرکز جسم و کرم  
آپ پر عاشق ہے دنیا کے ذوالنہن  
آپ کو قدرت نے بخشا محو حسیل عظیم  
آپ ہیں ہر درد کا دریاں، سیمائے زمین  
ہو قرین گنبد خضرا، مراحت کی سند  
آپ کی کسلی ہو عشر آخری دم کا کفن

تخریر۔ بلا شفقت تو کسی سپاہ

# سیرت ابنی

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ایسے دور میں ہوئی جب حضرت عیسیٰ دنیائے آسمان پر گئے

جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیل علیہم السلام بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے تو ساتھ ہی ساتھ دعائیں بھی کر رہے تھے۔ اس موقع پر دو نونوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے چھ دعائیں کیں، جو ساری کی ساری قبول ہو گئیں۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی۔

ترجمہ: اے ہمارے رب اور ان میں ایک رسول بھیج انہی میں سے جو ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور انہیں پاک کر دے

(سورہ بقرہ - ۱۲۹)  
دو نونوں نے دعا کا بخور یہ

حز سے آراستہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہم السلام کی دعا قبول فرمائی اور مذکورہ نام صفات سے متصف رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے پیغمبر آئے وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو جناب عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم کے گھر ہوئی جو آپ کی ولادت سے چند ماہ پہلے اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت آمنہ بنت وہب تھا۔ ولادت کی تاریخ ہم جلوس کسری (کسری ایلن کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا) سنہ عیسوی کے مطابق یہ مبارک دن ۴ مئی ۱۱ء مقرر ہے۔ شہیر النبی حصہ اول جلد اول میں علامہ شبلی نے عالم محمود پاشا مصری ہدیت دان کے دلائل پر صراحت کرتے ہوئے ۱۰ اپریل ۱۱ء کو آپ کی تاریخ ولادت قرار دیا، جو حضور کا یتیم ہونا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى - آپ کا اسم مبارک محمد آپ

کے دادا عبد المطلب نے رکھا تھا۔ واقعہ نیل کے ۸ برس بعد انتقال کر گئے تھے۔ یوں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے اپنی مخلوق پر ان گنت احسانات ہیں مگر سب بڑھ کر ایمان والوں پر یہ احسان فرمایا کہ حضور کو نہ صرف رسول بنا کر بھیجا بلکہ خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا انسانی بس میں نہیں۔ سورہ آل عمران کی آیت ۱۶۴ میں مومنوں کو احسان بتلاتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔"

ویسے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک تمام کمالات کے لیے سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک نعمت ہے تاہم ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں ان کے لیے حضور کی بعثت ایک نعمت لازوال کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ کا خاص طور پر احسان بتلایا جو جو اس نے عطا فرمائی ہے۔ سورہ التوبہ

کی آیت ۱۲۸ میں ارشاد باری ہے۔ ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تم میں سے ہیں۔ جن پر تمہارا شفقت میں پڑنا سخت گراں گزرتا ہے۔ جو تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں۔ حضور ہدایت اور سجادین کے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو عطیات عطا ہوئے۔ ہدی اور دین الحق۔

حضور نبی اکرم، سرکار دو جہاں، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ایسے دور میں ہوئی جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے آسمان پر گئے تقریباً پونے چھ برس کا عرصہ گزر چکا تھا اور لوگ انہی تعلیمات کو بیکسر بھلا کر طرح طرح کی گمراہی کے کاموں میں پھنسے ہوئے تھے گو کہ

اس وقت پوری دنیا ہی پستی اور گمراہی کا شکار تھی۔ تاہم آپ جس قوم میں بھیجے گئے وہ اس قدر گمراہی تھی کہ اس کی اخلاقی مذہبی، سیاسی اور سماجی حالت ناگفتہ تھی۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اخوت اور محبت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ بات بات پر تلواریں نیام سے نکال لیتے تھے اور دشمنی کئی کئی سالوں تک چلتی تھی۔ قبائلی نظام کا دور دورہ تھا جس کی لاشی اس کی بھینس تھی کے مصداق

نظام چل رہا تھا۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ دوسروں کو دلا د بنا نا تو ہین کھتے تھے۔ جو اور شراب ان کی گھٹی میں پڑھی ہوئی تھی۔ غناہ کعبہ کے اندر پرستس کے لیے ۳۶۰ بت رکھنے تھے۔ توحید کا نام لیا کوئی نہ تھا۔ ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ نظر آتا تھا۔ بت پرستی عام تھی۔ سورج، چاند اور ستارے گویا سوائے اللہ کی وحدہ لاشریک ذات کے باقی تمام چیزیں جن میں درخت، پتھر اور حیوانات وغیرہ بھی شامل ہیں، ان کو بھی معبود سمجھ رکھا تھا۔ بت پرستی کے علاوہ ان کو اللہ کے ہاں سفارشی بھی سمجھتے تھے۔ دن رات جڑھاوس، نذرین، نیازیں ان کے سامنے پیش ہوتی تھیں۔ ان کے جاہلانہ عقیدے کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: "ہم ان (بتوں) کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ خدا کے ہاں ہمارے قربت کا ذریعہ بن جائیں۔" حتیٰ کہ ہر وہ بانی اس معاشرے میں موجود تھی جس کو مسلمان معاشرہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اہل عرب کی اس گمراہی کو قرآن مجید نے ضلال میں لانا دیا ہے۔ حضور کی بعثت کے طفیل دنیا کی جاہل ترین قوم پوری دنیا کی راہنما اور ہادی بن گئی، بلاشبہ حضور کی بعثت

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن عام بچوں سے بالکل مختلف تھا۔ کم عمری کے باوجود بڑی بڑی محفلوں میں بڑی سنجیدگی سے تشریف فرما ہوتے تھے۔ دادا کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کی زیر پرورش رہے۔ بچپان پر آپ نے وہ خاندان اس لیے کہ آپ نے بعثت کے بعد ہر قسم کے انسانوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دینا تھا۔ دنیا کی ہر پانی کے لیے پہلے بکریوں کی گلہ بانی فرماتے رہے۔ ابتدائی زندگی کے چالیس برس اپنی قوم میں گزارے۔ آپ کی صداقت، دیانت اور خدمتِ خلق کو دیکھ کر دشمنوں کو بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے کسی کام پر اٹھیں۔ آپ نے تجارت پیشے میں نیک نامی حاصل کی۔ آپ کی دینت اور راست بازی کو دیکھ کر لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں جمع کرتے تھے۔ تجارت میں آپ نے کبھی وعدہ خلافی نہ فرمائی تھی۔ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ حربِ نجار میں آپ نے اس لیے شرکت فرمائی کہ قریش حتیٰ برتھے لیکن چونکہ ان ایام میں لڑائی حرام تھی اس لیے علمی حصہ لیا۔ حلف الفضول کے معاہدے میں آپ نے شرکت کی اور اسے پسند فرمایا تھا۔ حجاز اسود کے داند کو اپنے اعلیٰ

کردار، تدبیر اور معاملہ فہمی سے خوش اسلوبی سے سمجھایا۔ عہد شباب میں شرم و حیا آپ کی سب نمایاں صفت تھی۔ دوسروں کو دکھ اور مصیبت میں دیکھ کر آپ کو دکھ ہوتا تھا۔ بچپن ہی سے مشرکانہ افعال سے نفرت تھی چنانچہ کئی دفعہ چڑھاوے کا کھانا جو بچوں کو پیش کیا گیا تھا آپ کے سلنے لایا گیا مگر آپ نے تناول فرماتے سے انکار کر دیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا مال شام میں لے جا کر فروخت کر دیا۔ جس میں بہت منافع حاصل ہوا۔ آپ کی سچائی سے متاثر ہو کر عقد کی درخواست کی۔ نکاح کے وقت حضور کی عمر مبارک ۲۵ سال جبکہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ برس تھی چالیس برس کی عمر میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عطا فرمائی اور قرآن مجید نازل فرمایا۔ جب آنحضرت نے اپنی قوم کے گمراہ لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور ایک ہی خدا کی پرستش کرنے کے لیے اللہ کا حکم سنایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار کیا بلکہ بھرپور مخالفت بھی کی اور ایذا رسانی پر اتر آئے۔ لوگوں کے کہنے پر جب آپ کے چچا ابوطالب نے سمجھانے کی کوشش کی تو حضور نے فرمایا کہ اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے پر ہاتھ رکھ دیں اور کہیں کہ اس (تبلیغ کے) کام کو چھوڑ دو تو بھی نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بعد مسلمانوں پر ظلم

وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے کافی سہارا مل گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے حامیوں کو سخت اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں تو ان کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ماہ شوال ۱۰ نبوی میں پہلے آپ کے چچا ابوطالب اور بعد میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے وفات پائی یعنی یکے بعد دیگرے آپ کے دونوں بڑے مددگار آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ مکہ کے مشرکین کی ہٹ دھرمی کو دیکھ کر آپ زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ مگر وہاں کے لوگوں کے نصیب میں بھی ایمان کی دولت نہ تھی چنانچہ بچوں سے چھرا ڈرا کر کے حضور کو بے حد رنجیدہ کیا۔ اس موقع پر بھی آپ نے ان کے لیے بددعا نہ کی۔ مکہ واپس لوٹے تو مسلمانوں کو پہلے کی نسبت زیادہ تکلیف میں پایا۔ حج پر آئے ہوئے مدینہ کے قبیلہ خزرج کے چھوٹے اشخاص نے پہلے سال اور دوسرے سال ۱۲ افراد نے اسلام قبول کیا اور اس طرح مدینہ کے گوشے تک اسلام کی روشنی پھیلنے لگی۔ جب قریش کو کو علم ہوا تو اندیشہ ہوا کہ حضور مدینہ تشریف لے جائیں گے اور مدینہ کے لوگوں کی مدد سے ان پر حملہ کر دیں گے چنانچہ مسلمانوں پر ظلم و ستم

کی انتہا کر دی چنانچہ سب قبیلوں نے ملکر ایک ساتھ حضور پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ حضور کو اس ناپاک منصوبے کی خبر ملی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ جب سے مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت فرمائی، قریش کسی وقت اپنے مکہ سے باز نہ رہے۔ حضور نے تین سو تیرہ جان نثاروں کے جذبہ ایمانی سے ایک ہزار بت پرستوں کو شکست دی۔ غزوہ بدر میں قریش کے سرداروں کو تہ تیغ کر دیا۔ بالآخر مشرکین نے بدر میں شکست کھائی۔ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہیں لے گا اس وقت تک نہ نہائے گا نہ سر میں تیل ڈلے گا۔ آنحضرت کو مشرکین مکہ کے حملے کی خبر ملی تو صحابہ کرامؓ کی مشاورت سے مدینہ سے باہر نکلے اور دوں کا مقابلہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ عبداللہ بن ابی نے غداری کر کے تین سو سپاہی توڑ دیئے۔ فتح بدر نے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے جذبہ حسد کو پہلے ہی بڑھا دیا تھا چنانچہ غزوہ احد میں درپردہ یہودیوں نے قریش کو ساتھ دیا اور ان کی غداری کی وجہ سے ان کا قلع قمع ضروری تھا۔ ۵۲ سے ۵۴ تک غزوات بنو نضیر، بنو تینقاع اور غزوہ بنو قریظہ میں یہودیوں کو شکست دے کر ان کی مکاریوں اور عیاریوں کا خاتمہ کر دیا۔ ۵۵ میں قبائل قریش اور دوسرے

عرب قبائل نے متحد ہو کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ اس کو غزوہ خندق یا الاحزاب کہتے ہیں۔ اس جنگ میں ناکامی سے قریش کی متحدہ طاقت جو رجور ہو گئی۔ قریش کے خلاف حضور نے مجبوراً تلوار اٹھائی تھی۔ چھ برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد قریش نے مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرنے سے روئے حدیبیہ کا معاہدہ طے کیا۔ بظاہر یہ معاہدہ مسلمانوں کے خلاف نظر آتا تھا مگر اس کی رو سے آزادانہ میل جول سے تبلیغ اسلام میں بے حد ترقی ہوئی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ عمر کیلئے مدینہ سے نکلنے وقت صرف ڈیڑھ ہزار افراد حضور کے ساتھ تھے۔ دو برس کے بعد فتح مکہ کے بعد فترت رفتہ پورا عرب مسلمان ہو گیا تھا۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت، اخلاق اور حکومت کے تمام بنیادی اصولوں کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ میدان عرفات میں ناقہ پر سوار ہو کر وہ مشہور خطبہ (خطبۃ الوداع) ارشاد فرمایا جو تمام اسلامی تعلیمات کا بخوبی قرآن مجید کلام الہی ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ آپ کی ذات اقدس اس کا عملی نمونہ، اسوہ اور نقشہ ہے۔ ارشاد ہوا۔

ترجمہ: "تمہارے لیے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین اور کامل نمونہ ہے" (سورہ احزاب - ۲۱) "بے شک تم اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو" (سورہ القلم - ۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کو توڑ کر میں لے کر کئی دوسرے درکار ہوں گے۔ البتہ چند کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ سادگی اور بے تکلفی پسند تھی۔ اپنا کام خود کرنا پسند فرماتے اور دوسروں کا کام کر کے خوشی محسوس کرتے۔ بچوں پر شفقت، غلاموں سے صحبت اور جانوں پر رحمت فرماتے۔ دشمنوں کے ساتھ رویہ دہم دلانہ رکھتے تھے تمام معرکوں میں آپ نے ثابت قدمی، پارہی عزم و استقلال، بہادری اور شجاعت کا ثبوت دیا اور کبھی لغزش نہیں کھائی۔ محسن انسانیت کا غیر مسلموں کی نظر میں بھی بہت اونچا مقام ہے۔ پنولین بونا پارٹ، حضور کی ذات گرامی پر یوں تبصرہ کرتا ہے۔ "محمدؐ کی ذات ایک مرکزِ ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھینچے جاتے تھے۔ مشہور رومی محقق کاؤٹسٹ بالٹائی نے لکھا ہے۔ "حضرت محمدؐ دنیا میں صلح بن کر آئے تھے اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی تھی

## قرآن پاک کی آیات

قرآن مجید کے متداول نسخوں میں آیات کی صحیح تعداد ۶۲۳۶ ہے تو پھر ۶۶۶۶ کے معروف شمار کی کیا حقیقت ہوئی۔ اسلاف نے علوم القرآن کی کتب میں قرآن مجید کی آیات کی عدد شماری کے معاملہ پر روشنی ڈالی ہے ذیل میں آسان انداز میں حقیقت واضح کی گئی ہے

قرآن مجید انسان کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا سب سے آخری کلام ہے اور اسے دنیا میں یہ بھی منفرد اور امتیازی مقام حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے سے لیکر اب تک اپنی اصل صورت میں محفوظ و مودود ہے قرن مجید کا تحریف سے پاک ہونا ایک ایسا وصف ہے جس کو غیروں نے بھی تحقیق کے بعد تسلیم کیا ہے۔ قرآن مجید چھوٹی بڑی صورتوں اور آیات پر مشتمل ہے علوم اسلامیہ میں آیت کا لفظ مخصوص معنوں میں استعمال ہوتا ہے آیت ”آیہ“ اس کی جمع آی، آیات اور آیات ہیں۔ مختلف اقوال کے مطابق یہ لفظ فعلتہ فاعلہ کے وزن پر کھلی ہوئی علامت نشانی، معجزہ حکم خداوندی، پیغام الہی اور دلیل کے معنی میں آتا ہے یہ لفظ کسی ایسی علامت کے معنی میں بھی استعمال ہو سکتا ہے جو کسی شے کے پہچاننے کا ذریعہ ہے یہ نشانی کئی قسم کی ہو سکتی ہے مثلاً اللہ کے وجود اور اس کی وحدت کو سمجھنے کے لیے

پوری کائنات ایک آیت متصور ہو سکتا ہے انسانوں کو خوف زدہ کرنے والے مصائب بھی بعض لوگوں کے لیے اللہ کو یاد دلانے والی ایک آیت سمجھے جاسکتے ہیں یا کسی پیغمبر کے معجزے اس کی صداقت کو ظاہر کرنے والی ایک آیت ہیں اس کے علاوہ لفظ آیت عبرت کے معنی میں آتا ہے چنانچہ یہ کلمہ قرآن مجید میں ان سب مختلف معانی میں استعمال ہو ہے۔

آیت کے معنی ظاہری نشانی کے بھی ہیں اور اس اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ گویا وہ کلام ختم ہونے کی علامت ہے۔ بعض اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آیت کے معنی جماعت کے بھی ہیں اور آیت قرآنی میں حروف کا ایک حصہ جمع ہوتا ہے اس لیے اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ اعجاز قرآنی کی نشانی ہے اس لیے بھی اسے آیت کہا گیا ہے۔

### اصلاحی تعریف

جہاں تک قرآن مجید کی آیات کا تعلق ہے اصطلاحاً آیت قرآن میں وہ جملہ ہے جو حقیقی یا تقدیری طور پر ایک ابتدا اور ایک انتہا رکھتا ہو اور قرآن مجید کی کسی صورت میں پایا جاتا ہو۔ ایک اور تعریف کے مطابق آیت قرآن کے اندر اس کا وہ حصہ ہے جو اول اور آخر سے منقطع ہو۔

رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کی آیات و سورتیں بائیس سال سے زائد عرصہ تک نازل ہو تیر ہیں آپ نے پہلی وحی (سورۃ العلق کی ابتدائی آیات) نازل ہونے کے تیسرے روز ہی اس کتاب عظیم کی کتابت کروانے کا انتظام کر لیا اور نازل شدہ وحی کو لکھوا لیا اس کے بعد جب بھی آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتبان وحی سے لکھوا لیتے آیت کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے مقام پر رکھواتے اور اس مخصوص ترتیب سے صحابہ

کرام کو مطلع فرماتے لہذا قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کو جو کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے عین مطابق ہے؛ ترتیب توفیقی کہتے ہیں آپ کی حیات مبارکہ ہی میں سارا قرآن تحریر ہو چکا تھا اور متعدد صحابہ کے پاس اس کے نسخے موجود تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قرآن مجید کو؛ مصحف؛ کی صورت دی گئی ہے اور حضرت عثمان غنی نے حضرت زید بن ثابت کی نگرانی میں اس کی عیاری نقلیں تیار کروا کے مختلف بلاد اسلامیہ کو ارسال کیں۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق و عثمان غنی کے ادوار میں جو نسخے سرکاری یا انفرادی سطح پر تحریر ہوئے ان میں سے اکثر و بیشتر پر آیات کے اختتام پر کوئی علامت موجود نہیں تھی اسی طرح دور عثمانی تک کے نسخوں نطقوں اور اعراب سے بھی خالی تھے البتہ توپ کی میوزیم، ترکی میں حضرت عثمان غنی کے مصحف پر صورتوں کے اختتام پر نشانات موجود ہیں اور کتاب خانہ آستان قدس، مشہد میں حضرت علی سے منسوب مصحف پر چند آیات کے بعد علامت موجود ہے، اسی طرح مذکورہ کتاب خانہ میں حضرت امام حسین سے منسوب مصحف پر بھی نشان آیت موجود ہے، ممکن ہے ان حضرات کے زمانے میں یہ رواج شروع ہو چکا ہو یا کسی نے بعد میں ان نسخوں پر نکتے اور نشانات لگادئے ہوں۔

زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ لوگ قرآن مجید کے نسخوں اور رسم الخط کو آسان تر بنانے کے لئے سرگرم عمل رہے اور یہ سہولت ہر زمانہ میں ایک نئی صورت اختیار کرتی رہی۔ علماء نے ابتداء میں ان امور کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا:

- ۱۔ ہر صورت کے شروع میں اس کا عنوان تحریر کرنا۔
- ۲۔ ہر آیت کے آخر میں اختتامی علامت دینا۔
- ۳۔ قرآن پاک کو اجزاء میں تقسیم کرنا۔
- ۴۔ اجزاء کو احزاب میں اور احزاب کو ارباع میں تقسیم کرنا۔
- ۵۔ مذکورہ صدر جملہ امور کو خاص نشانات لگا کر واضح کرنا۔

مگر بعد میں علماء ان کے مباح کے قائل ہو گئے اور اس کام کو منظر استحسان دیکھنے لگے تاکہ جاہل لوگ قرآن پر نقطہ، اعراب اور آیات کی نشانیاں نہ ہونے کی وجہ سے ممکنہ غلطیوں سے بچیں۔

ابتداء میں آیات کے اواخر پر جو نشانات لگائے گئے لوگوں نے انکو بہت جلد قبول کیا۔ کیونکہ انہیں تقسیم آیات کی پہچان کی ضرورت تھی۔ اختتام آیات کے اظہار کے لئے جو اشارات مقرر ہوئے وہ متعدد تھے بعض اوقات آیت کے آخر میں آیت نمبر لکھ دیا جاتا بعض دفعہ ہر دس آیات کے بعد عشرہ (دس) کا لفظ یا اس کے پہلے حرف ”عین“ کاسر ”ء“ لکھ دیتے اسی طرح ہر پانچ آیات کے بعد ”خمس“ (پانچ) لفظ یا ”الحا“ کا سر ”خ“ بنا دیتے اور بعض اوقات کوئی گول نشان بنایا جاتا۔

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ آیات کے موجودہ ترتیب توفیقی ہے لیکن جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا ہے دور نبوی، صدیقی، عثمانی کے مصاحف میں آیات کے اختتام پر کوئی علامت یا نمبر شمار موجود نہیں تھا، جب علماء نے آیات کے اختتام پر علامت لگانی اور عدد شماری شروع کی تو انکے درمیان اختلاف پیدا ہوا کیونکہ رسول اللہ ﷺ دور ان تلاوت ہر آیت کے بعد کچھ توقف فرماتے تاکہ آپ کے اصحاب کو اندازہ ہو جائے کہ آیت کا اختتام اور اگلی آیت کا آغاز کہاں سے ہوا، مگر بعض اوقات دو آیات کے درمیان توقف نہ فرماتے، جس

سے بعض اصحاب دو آیات کو ایک گمان کر لیتے۔ اسی طرح آیات کے شمار میں صحابہ کرام سے مختلف اعداد روایت ہوئے چنانچہ کوئی، مکی، مدنی، بصری اور شامی مکاتب میں سے ہر ایک نے کسی ایک کی روایت کے مطابق کسی تعداد کا انتخاب کیا جو انکی نظر میں دوسری روایات سے زیادہ ترجیح کے قابل ہے۔

قرآنی آیات کو شمار کرنا اور انکے اواخر میں علامت لگا کے عدد لکھ دینے کا معاملہ کسی نص کا پابند نہیں تھا اسلئے مختلف روایات کی روشنی میں آیات کی عدد شماری کا جو کام مزید آگے بڑھا اس میں اختلاف ظاہر ہونا ایک فطری بات تھی اور واضح رہے کہ یہ اختلاف محض آیات کے عدد شماری اور علامات لگانے کے لئے مقامات کے تعین تک ہی محدود تھا لہذا اس سے یہ خیال اخذ کر لینا درست نہیں ہے کہ علماء میں آیات کے کم یا زیادہ ہونے اور الفاظ کی کمی بیشی کے معاملہ میں اختلاف تھا۔

مختلف مکاتب فکر کی آیات قرآنیوں کے شمار کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- ۶۲۳۶ یہ کوئی شمار ہے جو حضرت علیؑ سے منسوب ہے اس کو حمزہ زیاد ابو الحسن کسائی اور خلف بن ہشام نے نقل کیا ہے۔ حمزہ نے کہا ہے کہ اس عدد کو ابو یعلیٰ نے اہل عبد الرحمن اسلمی سے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے۔

۲- ۶۲۲۶ یہ شامی شمار ہے جو صحیح ابن حارث الذماری اور عبد اللہ بن عامر سے منسوب ہے۔

۳- ۶۲۳۰ مکی عدد ہے جو عبد اللہ بن کثیر سے منسوب ہے جو سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔ وہ مجاہد سے ابن عباس سے اور اہل بن کعب سے نقل کرتے ہیں۔

۴- ۶۲۱۹ بصری شمار ہے جو قتادہ سے نقل ہوا ہے۔

۵- ۶۲۱۸ یہ شمار ابن مسعود سے روایت ہوا ہے۔

۶- ۶۲۱۷ عدد مدنی اول یہ شمار کسی سے منسوب نہیں ہے۔ اہل کوفہ اس کو اہل مدینہ سے مرسل نقل کرتے ہیں نافع بھی اس تعداد کو درست تسلیم کرتے ہیں۔

۷- ۶۲۱۳ عدد مدنی آخر، یہ ابو جعفر بن زید بن استیعقاع سے منسوب ہے۔

۸- ۶۲۱۶ اس تعداد کو ابن عباسؓ اور ابن سیرین سے روایت کیا گیا ہے۔

۹- ۶۲۱۲ یہ روایت سید اعرج سے روایت کی گئی ہے۔

۱۰- ۶۲۱۰ اس قول کو ابو جعفر سے نقل کیا گیا ہے۔

۱۱- ۶۲۰۵ بصری شمار جو عاصم بن الجراح المجدی سے منسوب ہے۔

۱۲- ۶۱۷۰ یہ قول ابن ندیم نے عطابن یسار سے نقل کیا ہے۔

۱۳- ۶۱۶۶ یہ تعداد عام مشہور ہے صبیعی کا قول ہے کہ جمہور اہل علم کے مطابق آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیانوے ہے خیال ہے کہ یہ عدد آسان سمجھ کے منتخب کیا گیا ہے۔ بہر حال آج آیات قرآنی کی تعداد کو فیوں کے طریقہ شمار کے تحت ہے جسے ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب اسلمی نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے بر صغیر پاک ہند مشرق بعید شرق اوسط بالخصوص سعودی عرب و مصر میں کوئی قرات مروج ہے اس قرات کے مطابق شائع ہونے والے نسخوں میں قرآن مجید کی آیات کا شمار ۶۲۳۶ ہے۔

بر صغیر میں سب سے پہلے غلطیوں سے پاک قرآن مجید ۱۳۵۱ھ میں لاہور سے انجمن حمایت اسلام نے شائع کیا اور تعین آیات میں انجمن کا نسخہ حکومت مصر کے شائع شدہ معیاری مصحف کے بالکل مطابق ہے جس میں کوئی قرات کا لحاظ رکھا گیا ہے اور آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہے اس نسخہ میں کوئی

آیت کا اختتام گول دائرہ، سے ظاہر کیا ہے غیر کوئی آیات کا اختتام ظاہر کرنے کے لیے انجمن کے نسخہ میں ۵ کی علامت استعمال کی گئی ہے مثال کے طور پر کوئی مکاتب فکر کے قراء سورہ الفاتحہ کی اس آیت صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہ کو ایک آیت شمار کرتے ہیں جبکہ غیر کوئی اس آیت کو دو آیات شمار کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک صراط الذین انعمت علیہم ایک آیت ہے اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین دوسری آیت ہے لہذا اس اختلاف کو ظاہر کرنے کے لیے اس نسخہ میں ۵ کی علامت استعمال کی گئی ہے۔

مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف مدینہ منورہ سے جو شاندار نسخے خاص عربی رسم میں شائع ہوتے ہیں ان میں صرف کوئی قرات اور تعین آیات کو مد نظر رکھا گیا ہے اور غیر کوئی آیات کی نشاندہی کے لیے کوئی علامت استعمال نہیں کی گئی البتہ ۱۴۰۹ ہجری میں مولانا محمود حسن دیوبندی کے ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ اور ۱۴۱۹ ہجری میں مولانا محمد جو نا گڑھی اور حاجظ صلاح الدین یوسف صاحب کے تشریحی نوٹس کے ساتھ بر صغیر کے قارئین کے لئے شائع ہونے والے نسخہ پائے قرآن میں سورۃ الفاتحہ اور چند ایک مقامات پر کوئی آیات کی نشاندہی کے لئے "۵" کی علامت استعمال کی گئی ہے۔ بر صغیر میں بھی صرف انجمن حمایت اسلام، لاہور کے نسخہ ہی میں غیر کوئی آیات کی نشاندہی کے لئے اس علامت کو باقاعدہ طور پر استعمال کیا گیا ہے، وگرنہ اس سے قبل خطی اور پریس میں شائع ہونے والے قرآن مجید کے نسخوں میں سوائے سورۃ الفاتحہ کے یہ علامت کوی اور مقام پر نظر نہیں آتی۔ (اس وقت متعدد خطی نسخوں کے علاوہ کاتب محمد بخش کا

نہایت اعلیٰ تحریر کردہ ایک نسخہ جو مطبع ہاشمی، میرٹھ سے ۱۳۰۶ ہجری میں شائع ہوا پیش نظر ہے) مصر سے شائع ہونے والے نسخوں کا بھی یہی حال ہے، ان میں بھی غیر کوئی آیات کی نشاندہی کے لئے پورے قرآن مجید میں کوئی علامت نہیں استعمال کی جاتی (دیکھیں ایک معیاری نسخہ قرآن الکریم، مکتبہ الجمهوریہ المصریہ، قاہرہ بدون انجمن حمایت اسلام کے نسخہ قرآن مجید میں پارے کو چوتھائی، نصف اور تین چوتھائی کو الربع، النصف، اور الثلث سے ظاہر کیا گیا ہے اور یہ مقامات بالعموم فشی محمد ممتاز علی صاحب مالک طبع مجتہبی کے نسخہ قرآن مجید موسوم بہ خاتم المصاحف ۱۲۹۲ ہجری کی تصریحات کے مطابق ہیں۔ جو مصاحف عربی ممالک میں شائع ہوتے ہیں، ان میں ہر پارے کو دو حزنوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور ہر ہر حزب کے چوتھے حصے کو ربع الحزب، آدھے حصے کو نصف الحزب اور تین چوتھائی حصے کو ثلاثہ ارباع الحزب کے اسم سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس طرح عربی ممالک کے مصحف میں کل ساٹھ احزاب ہوتے ہیں۔)

پاکستان میں پکنچر لمیٹڈ لاہور کے ۱۳۱۹ ہجری (طبع اول) کو شائع ہونے والے تجویدی مصحف میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے نسخہ کی تمام علامات کے ساتھ ساتھ مذکورہ عربی علامت کو بھی اختیار کیا گیا ہے اور اس نسخہ کو "رسم عثمانی" کے قریب سمجھا جاتا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں قرآن مجید کی اشاعت کے لئے جتنے ادارے قائم ہوئے ہیں، انہوں نے انجمن حمایت اسلام کے نسخہ کی پیروی کی ہے۔ حکومت پاکستان نے اسے درست ترین نسخہ قرار دیا ہے اور اسے مولانا ابو الکلام آزاد اور سید سلیمان ندوی ایسے جلیل القدر بزرگوں کی پسندیدگی کی

اللہ کی ناشکری سے بچنے کے لیے

تعالیٰ کی نعمت صرف اسی کو خیال کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل ہو جائے حالانکہ جتنی نعمتیں بھی ہیں صحت، فراغت، راحت، اعضاء و جوارح کی صلاحیت، علوم و دینیہ کا حصول، عبادت کی توفیق، گناہوں سے حفاظت جیسی نعمتوں کی طرف تو کوئی دھیان ہی نہیں دیتا۔

جتنا مال بھی جمع ہو جائے، جتنی بھی کمائی ہو جائے، جتنی بھی تنخواہ ہو، ہر شخص یہی کہتا ہے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، فلاں کو دیکھو سونے چاندی پر سوتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک کارخانے کے مالک ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برکت کی دعا کرتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی تجارت میں خسارے کی بھی شکایت کرتے ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب نے ان صاحب سے پوچھا کہ آپ ہر سال تجارت میں خسارے کی شکایت کرتے ہیں۔ اب تک آپ کا اندازہ کتنا نقصان ہو گیا ہوگا؟ وہ صاحب کہنے لگے شاید آپ ہماری اصطلاح سے واقف نہیں ہیں۔ ہم سال کے شروع میں ایک ٹھیکہ لکھتے ہیں کہ اس سال تجارت سے

نعمتوں کی شکرگزاری کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے واشکروا لی ولاتکفروا (بقرہ) میری نعمت کی شکرگزاری کرو اور انکار نہ مت کرو۔

آج جب ہم اپنے گرد و پیش کے حالات کو دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انعامات الہیہ کا شکر ادا کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی شکایت کی ہے وقلیل من عبادی الشکور (سبا-۱۲) یعنی اور میرے بندوں میں شکرگزار ہی کرنے والے کم ہی ہوتے ہیں ہر شخص ناشکری میں مبتلا ہے۔ کوئی زبان سے کوئی عمل سے۔ یہ بھی غلط نہیں ہے کہ اللہ

عالم انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوها (سورہ ابراہیم) یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار ہی نہیں کر سکتے شیخ سعدی نے فرمایا: ہر ایک سانس کے ذریعے انسان کو اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں میسر آتی ہیں جب انسان سانس باہر نکالتا ہے تو اس کے ذریعے جسم کے غلیظ بخارات خارج ہو کر ان کے لیے آرام و راحت کا سبب بنتے ہیں۔ جب سانس انسانی جسم کے اندر جاتی ہے تو باہر کی نسیم ملیب اس کے جسم میں داخل ہو کر مدحیات بنتی ہے۔

اسی مقدار میں نفع کما نا ہے اب سال پورا ہونے پر اگر مطلوبہ نفع حاصل نہ ہو تو اس کو ہم خسارہ کہتے ہیں اس پر ہمیں افسوس ہوتا ہے ہم پریشان ہوتے ہیں پھر آپ جیسے بزرگوں سے دعا کرنے کو کہتے ہیں۔

یہ ہے آج کے انسان کی حالت شکرگزاری تو درکنار ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہوئے بھی ناشکری میں مبتلا رہتے ہیں جبکہ نعمتوں کے حصول اور اس میں اضافے کا نسخہ ہی یہی ہے کہ حاصل شدہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی خوب شکرگزاری کی جائے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے واذا تاذن ربکم لئن شکرتم لاذیدنکم الایۃ (سورہ ابراہیم) یعنی اور جب خبردار کیا تمھارے پروردگار نے کہ اگر تم شکر کرو گے تو بے شک زیادہ دوں گا تمھیں، اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اگر کفر و تم اور جو بھی زمین میں ہیں سب کے سب تو بے شک اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تعریفوں والا ہے۔

دیکھیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میرا شکر ادا کرو گے تو مزید دوں گا، ناشکری کرو گے تو

میری گرفت بہت سخت ہے معلوم ہوا کہ ناشکری کرنا بہت بڑا گناہ ہے اس پر دو عید سنائی گئی ہے بلکہ ناشکری کو تو دخول جہنم کا سبب قرار دیا ہے چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ عید کے نماز کے لیے عید گاہ تشریف لائے تو عورتوں کی ایک جماعت کے پاس بھی تشریف لے گئے، رجم نماز کے لیے آگ گشتے میں جمع تھیں اور ان میں سے کچھ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ خیرات کرو کیونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ میں دیکھا ہے یہ سن کر عورتوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا سبب کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لعن ملعون بہت کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی نافرمانی اور ناشکری بہت کرتی ہو۔ (بخاری و مسلم)

دیکھیے اس ارشاد مبارک میں ناشکری کو دخول جہنم کا سبب قرار دیا ہے یہاں خاص طور پر عورتوں کا ذکر اس لیے کیا کہ ان کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں ایک دو مل کر بیٹھیں تو غیبت اور دنیا بھری برائی بیان کرنا شروع کر دیتی ہیں اس کے علاوہ عورتوں کی بڑی بیماری یہ ہے کہ ان کا

شوہر ان کی راحت و آسائش کے لیے کتنی ہی مصیبتیں اٹھائے مگر ان کی زبان سے کبھی شوہروں کا شکر ادا نہیں ہوتا ہمیشہ ناشکری کے الفاظ ان کی زبان سے نکلتے ہیں ورنہ یہ بات مسرت عورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر لے اس کے لیے عذاب ہے یہ عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی آسکتا ہے اس کی شکل کچھ بھی ہو سکتی ہے مثلاً وہ نعمت ہی چھین جائے جس پر ناشکری ہوئی اس کے علاوہ مزید نعمتوں سے محرومی ہو جائے اس سے بڑھ کر دلوں کا سکون چھین جانے سب کچھ ہوتے ہوئے دل پریشان رہے دوسروں کو دیکھ دیکھ کر جلتا اور کڑھتا رہے۔

ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جن بندوں کو ہدایت عطا فرمادیتے ہیں ان کو شکر نعمت کی خوب توفیق ملتی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا شکر تو کسی بندے سے ادا نہیں ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ بہت بخور ہی شکرگزار ہی پر بھی راضی ہو جاتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ کھانا کھا کر یا پانی پی کر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے

اور فرماتا ہے میرا بندہ میری نعمت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ (معالم العرفان ص ۱۰ ج ۲)

اللہ تعالیٰ تو بڑے قدردان ہیں بندے کی طرف سے شکر گزاری زبانی ہو یا عملی ہو، اللہ تعالیٰ منور اس کی قدر فرماتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے شکر نعمت کا خاص اہتمام فرماتے ہیں۔

ہے کیا کروں؟ کیسے گزارہ کروں (اسائل کا مقصد یہ تھا کہ حضرت کوئی توفیق دیں گے یا کسی سے سفارش کر دیں گے) حضرت قدس سرہ نے خط پڑھ کر جواب میں ایک لفظ لکھا: 'انسوس' پورے خط کو اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور شکوہ شکایت سے بھر دیا۔ ایک لفظ بھی شکر کا ادا نہ کیلے یہ ہوتے ہیں اللہ کے بندے جن کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار رہتا ہے۔

نعمتیں آگئیں جن کو انسان ہر لمحہ استعمال کرتا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا (وہ تندرستی ہے) اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی؟ اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔

(الترمذی عن ابی ہریرۃ وابن جبان فی صحیحہ ابن کثیر)

حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مزقہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آنکھوں میں تکلیف تھی مجھ نے مشورہ دیا کہ سلائی دودھ میں تر کر کے سرما استعمال کریں چنانچہ اس کے لیے دودھ کے چند قطرے منگوا کر سرما استعمال کر کے آرام فرمایا۔ اللہ کر دودھ کے متعلق دریافت فرمایا۔ خادم نے عرض کیا، حضرت وہ ایک طرف کر کے دیوار پر گر آیا ہے تاکہ کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے تو فرمایا، 'انسوس' دودھ کو کیوں گر آیا کسی جلی ہی کو پلا دیا ہوتا۔ یہ ہے نعمت کی قدر۔

قیامت کے روز جہاں اللہ تعالیٰ دوسرے بہت سے اعمال کے بارے میں سوال فرمائیں گے وہاں ایک سوال شکر نعمت کے بارے میں بھی ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (تکواثر)

یعنی تم سب سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی وہی ہوتی نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ تم نے ان کا شکر ادا کیا ہے اور ان کو گناہوں میں تو خراج نہیں کیا۔ ان میں سے بعض نعمتوں کے متعلق تو خود قرآن میں دوسری جگہ وضاحت آگئی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عندہ مستورا جس میں انسان کی تورت شنوائی، بینائی اور دل سے متعلق وہ لاکھوں

خلاصہ یہ ہے کہ انسانی وجود سر سے لے کر پاؤں تک پیدا اللہ سے لے کر موت تک اس کے بعد بھی ہر وقت ہر آن اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو استعمال کرتا ہے اللہ فائدہ حاصل کرتا ہے اگر کسی خاص وقت میں کوئی

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

شمیم احمدی

# ماہ محرم کی بدعات و خرافات

عزت کو قائم رکھا۔ محرم بھی ان مہینوں میں سے ایک حرمت والا مہینہ ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے پوچھا کہ یہ روزہ کیسے ہے انھوں نے بتلایا کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس کے ساتھ کہ یہ میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے مجھے زیادہ ہے پس آپ نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کو حکم فرمایا کہ اس دن کا روزہ ضرور رکھا کریں۔ بعد میں یہ بھی فرمایا کہ یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے ایک روزہ نویں تاریخ یا گیارہویں تاریخ کا اور رکھ لیا کریں۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرم صیام یوم فضله علی نبیہ ۱۱ ہذائیں یوم عاشورہ وهذا الشهر یعنی مہر رمضان۔

سے چار مہینے حرمت والے ہیں اللہ کا یہ بہت ہی مضبوط قانون ہے پس تم ان چار مہینوں میں خاص طور پر ظلم و زیادتی نہ کرو، ہاں اگر لغو و شرکین سے لڑائی کریں تو تم بھی ان سے جو ابی لڑائی کر سکتے ہو۔ اور جان رکھو اللہ رب العالمین کی مدد پر میٹرگاروں کے ساتھ ہے۔

حرمت والے چار مہینے جن کا آیت میں ذکر ہے وہ رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ ان مہینوں میں عرب میں امن کے راستے کھل جاتے ہیں۔ تجارتی منڈیاں چسلاو ہو جائی کرتی تھیں لڑائی جھگڑے ڈاکر ذنی چوری وغیرہ کے کاموں سے عرب اپنے کو روک لیا کرتے تھے اسلئے ان مہینوں کی

معدہ کے معنی ہیں حرمت عزت والا مہینہ ان مہینوں میں لڑائی جھگڑے بند کر دیے جائیں۔ ان کو نہایت ادب سے گزارا جائے چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

ان عدۃ الشہور عند اللہ اشاعشر شہرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منها اربعۃ حرم اولئک الدین القیم فلا تظلموا فیہن انفسکم. وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ (التوبة ۳۶)

بے شک اللہ رب العالمین کے نزدیک گنتی کے لحاظ سے بارہ مہینے ہیں۔ اللہ نے اپنا یہ نظام اس دن قائم کر دیا تھا جس دن اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ان میں

(متفق علیہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ یوم عاشورہ کے دن سے بڑھ کر کسی اور دن کے روزے کو فضیلت دی ہو اور ماہ رمضان سے بڑھ کر کسی اور مہینے کو فضیلت دیتے ہوں۔

ماہ محرم کی ایک بڑی بھاری فضیلت یہ ہے کہ اسلامی سنہ ہجری اسی ماہ سے شروع ہوتی ہے مفسرین کہ اس مبارک مہینے کی مبارک تاریخ یعنی دسویں کو ذرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آگیا اس واقعہ کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے جو کچھ مبرا بڑا ہوا حضرت امام حسینؑ مظلومانہ شہید کیے گئے۔ آخر وقت میں یزیدی فوج سے انہوں نے صاف کہا تھا کہ میں لوہا نہیں چاہتا ہوں۔ مجھ کو یہاں سے امن کے ساتھ یا تو یزید کے پاس بھیج دیا جائے میں اور وہ خود معاملہ سمجھ لیں گے یا پھر اسلامی سرحد پر جہاں کفار سے جنگ ہو رہی ہو اس اسلامی فوج میں مجھے بھیج دیا جائے مگر باغیوں نے آپ کی ایک بات نہ سنی اور

لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

مسنز بھائیوں! ماہ محرم میں جو کچھ بدعات ہوتی ہیں اس میں تغزیہ داری کا واقعہ خاص تو جہ کے لائق ہے اصل لفظ تغزیت کو تغزیہ بنا دیا گیا ہے جو بنانے والوں کے خیال باطل کے تحت حضرت امام حسین کی قبر کی نقل ہے جو تغزیہ کے نیچے سے برکت کے خیال سے بچوں کو نکالا جاتا ہے دسویں محرم کو اس تغزیہ کا جلوس بینڈ باجوں کے ساتھ نکالا جاتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں کا بہت ہی نازیبا اختلاط ہوتا ہے ہندوستان میں اس تغزیہ داری کی ایجاد اس طرح ہوئی کہ تیموری عہد میں بادشاہ وزیر اکثر شیعہ ہوتے تھے جن کے خیال میں کربلا کی زیارت بہت ہی بڑا کاروبار تھی اور وہ یہاں سے اس زمانہ میں کربلا تک جانا دشوار جانتے تھے اس لیے کچھ نام نہاد علماء سے مشورہ کے بعد کربلا سے روضہ امام حسین کی نقل حاصل کی گئی اور اس نقل کی زیارت کو اصل کی زیارت کی جگہ کاروبار سمجھ لیا گیا تو خاص محرم الوام کے مہینے کے روزے عاشورہ کو اس زیارت اور جلوس کا دن ٹھہرا

دیا گیا اور بڑے دنیا دار لوگوں کی دیکھا دیکھی سنی مسلمانوں نے بھی محبت حسین علیہ السلام کے نام پر اس رسم و رواج کو اپنالیا۔ آج تک شیعہ حضرات کے علاوہ سنی بھی بکثرت اس میں حصہ لیتے اور تغزیہ بناتے ہیں بعض جگہ دلدل نامی کاغذ کا گھوڑا بنایا جاتا ہے اس کا جلوس نکلتا ہے شریعت اسلامیہ میں ایسے خرافات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گمراہی ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد (مشکوٰۃ) یعنی جو کوئی ہمارے دین میں نئی چیز نکالے جس کا کوئی ثبوت شریعت سے نہ ہو وہ مردود ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے نامور صحابہ شہید ہوئے۔ حضرت امیر حمزہؓ کو جنگ احد میں بہت بری طرح سے شہید کیا گیا اور کتنے ہی ناموران اسلام نے جام شہادت پیا۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کا سالانہ یادگار جلوس نکالا، نہ ان پر ماتم کیا، نہ کوئی تغزیہ بنایا، نہ زمانہ صحابہ میں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگان اسلام ظالموں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

مگر ان کی یادگار میں بھی کوئی تغزیہ نہیں بنایا گیا اور نہ کوئی ماتم مجلس تمام کی گئی۔

اسلام کے فرزندو! غور کا تقاضا ہے کہ سالانہ ان خرافات کا امت کا کتنا سرمایہ ضائع ہوتا ہے اگر حساب لگایا جائے تو یہ سرمایہ کروڑوں تک جا پہنچے گا جو ہر سال گناہ پر صرف کر دیا جاتا ہے۔ آج مسلم قوموں کے کتنے غریب اور یتیم بچے کھوکھو کر رہے ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں مسلمانوں کی کتنی کنواری بیٹیاں ہیں جو بڑھاپے کو پہنچ رہی ہیں فیکین شادی کے مصارف کا کوئی انتظام نہیں کتنے مسلم نوجوانوں کو بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن کے لیے کسی کارخانے میں اور فیکٹری میں جگہ نہیں مسلم سائین جو روٹی کے محتاج ہیں ان کی طرف کسی کی توجہ نہیں مگر محرم کا مہینہ جہاں آیا اور مسلمانوں کی تجوریاں کھل گئیں۔ ایسے کاموں کے لیے جن کے کرنے سے اللہ ناراض تھا رسول ناراض اور خود امام حسینؑ ناراض مگر صد افسوس مسلمان ان حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ شاید اب حضرت امام مہدیؑ کا انتظار ہے وہ آئیں

اور ڈنڈے کے زور سے مسلمانوں کو سیدھے راستے پر چلا لیں اگر مسلمان ان خرافات سے ہٹ کر ملت کی تعمیر و ترقی ان کے لیے علوم و فنون کو تعلیم کا نہیں نیز اشاعت اسلام پر یہ سرمایہ خرچ کریں تو کتنے بہتر نتائج نکل سکتے ہیں اور ملت اسلامیہ کا شکستہ ڈھانچہ ٹھیک ہو سکتا ہے کاش مسلمان وقت کی آواز سنیں اور بدعات کو ترک کریں اور ہوش میں آجائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما کر ان کو راہ مستقیم نصیب کرے۔ آمین۔

**بقیہ: سیرت النبیؐ**

جانی جو قوت بشری سے زیادہ ارتق و اعلیٰ تھی۔

مشہور یورپین محقق لین پول لکھتا ہے۔

”مختر نسا، باحساق اور رحم دل بزرگ تھے۔ پنڈت گوپال کرشن ”مہا پرش“ کے عنوان سے یوں لکھتا ہے

مخد صاحب کی زندگی پر جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صحت نظر آتی ہے کہ ایشور نے انھیں منسا سدھارنے کیلئے بھیجا تھا ان کے اندر وہ شکتی موجود تھی جو ایک Great Reformer اور ایک مہا پرش

(عظیم ہستی) میں ہونی چاہیے۔

پنڈت بھگت سائیں داس اڈوکیٹ رقم طراز ہیں۔

”حضرت محمدؐ نے آکر دنیا پر اسن احسانات کیے ہیں جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ سر دی اساواہی لکھتے ہیں۔

”حضرت محمدؐ ہمیشہ رواداری کی تعلیم دی اور تلقین کی وہ ہمیشہ مالگیر اتحاد کے حامی رہے۔

لار رام لال درما اڈیٹر رقم طراز ہیں۔

”جمہوریت، انجوت اور مساوات یہ وہ عطیات ہیں جو حضرت محمدؐ نے (منش ماترا) بنی نوع انسان کو عنایت کیے۔

مطرس آرد اس لکھتے ہیں۔

”حضرت محمد صاحب نے دنیا پر اس قدر احسان کیے ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ”اور جو کچھ تمہیں رسول دیں اسے لو یعنی جو حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکیں اس چیز سے رک جاؤ۔“ (الحشر۔)

مسلمانوں کو حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے ایمانے کی تلقین فرما کر ان کی نافرمانی کو کھلی گمراہی قرار دیا گیا ہے اللہ کے رسولؐ کی اطاعت، آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور آپ کے احکامات پر عمل اس وقت ممکن ہے جب آپ کے ارشادات کو مشعلی راہ بنایا جائے۔

# نیت کو درست رکھیے

حکم خواہ کچھ ہرگز نیر ارادے اور نیت کے نہیں ہوتا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جو بھی عمل کرے خواہ تھوڑا ہی ہو اس نیت کے ساتھ کرے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جلے عمل کرتے وقت نیت کا استحضار کر لینا چاہیے ہر طاعت و عبادت جیسے کہ نماز روزہ زکوٰۃ حج و صوم و یمم اعتکاف صدقہ کسی کی مدد کرنا، مریض کی عیادت جنازہ کے پیچھے چلنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے والے کو یرحمک اللہ کہنا، نیکی و خیر کی دعوت دینا، برائی سے روکنا دعوت قبول کرنا، علم و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہونا، علماء و صالحین کی صحبت میں حاضر ہونا وغیر جیسے اعمال میں نیت صرف اللہ کی خوش زوری ہو کوئی زیادتی

غرض نہ رکھی جائے۔ اسی طرح اہل خانہ پر خرچ کرنا، مہمان نوازی، اعزاء و اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کرنا، والدین کی فرمانبرداری، دوست احباب اور دور کے رشتے داروں کا اکرام و احترام، علم و مذکرہ حصول علم، اس کی تعلیم و تدبیر مطالعہ و کتب بینی، تصنیف و تالیف طلبہ علم کا مساعیہ، ان کو علم ناز کی ترغیب حتیٰ کہ روزمرہ کی ضروریات و اجات کی ادائیگی مثلاً کھانا پینا دینا، مباشرت وغیرہ کے کاموں میں بھی نیت اللہ تعالیٰ کی طاعت و رضا ہی ہو تو پھر یہ اعمال بھی عبادت بنا جاتے ہیں۔ بلاشبہ جس کو ان اعمال میں یہ نیت نصیب ہوگی وہ سعادت مند ہے اور جو اس نیت سے محروم رہے

وہ بڑی خیر سے محروم ہوا۔ اللہ پاک ہمیں اس طرح استحضار نیت سے بہرہ ور کر دے کہ ہمارا ہر قول و فعل اور عمل اللہ ہی کے لیے ہو۔ نیت کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل احادیث کی روشنی میں لگایا جاسکتا ہے:

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "سارے اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے اور جس نے کسی دنیاوی غرض سے یا یہ کہ کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہے۔" (متفق علیہ)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مدینے میں کچھ لوگ ہیں جو تمہارے چلنے پھرنے اور اس سفر (غزوہ) کے ثواب میں برابر کے شریک ہیں وہ کسی غرض کی بنا پر حاضر نہ ہو سکے (مسلم)

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگوں کو ہم مدینے میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے جو سفر طے کیا ہے اور جو دادی بھی عبور کی ہے وہ ہمارے ساتھ رہے ہیں ثواب میں۔ غدر کی وجہ سے وہ غزوے میں شریک نہ ہو سکے۔"

یہ احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ نیک نیتی بھی موجب اجر و ثواب ہے۔ مدینے میں رہ جانے والوں کو اتنا ہی ثواب ملا جتنا غزوے میں شریک ہونے والوں کو محض نیت کی بنا پر۔

معلوم ہوا کہ نیت ایک ایسا بلکا پھلکا عمل ہے جس کو ہر شخص بہ وقت بہ آسانی کر سکتا ہے اور اجر و ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے یہ عمل قلب ہے اس کے معنی ہی دل کے ارادے کے ہیں مثل مشہور ہے "جیسی نیت ویسی برکت" نیت اچھی اور سچی ہو تو چھوٹا عمل بھی بڑا بن جاتا ہے اور اگر نیت اچھا نہ ہو اس میں زیادتی و کاکھوٹ

ہو یا کسی عمل سے دنیا مقصود ہو تو پھر بڑے بڑے اعمال بھی اکارت ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے ذرا ذرے سے عمل کے وہ عظیم ثمرات و نتائج ظاہر ہوتے تھے جو آج بڑے عمل سے بھی سامنے نہیں آتے۔ تشریح آن پاک میں سات جگہ مختلف پیرائے میں "مخلصین لہ الدین" فرمایا گیا یعنی ہر طاعت صرف اسی کے لیے خاص ہو۔

حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا: "بکھ لو بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست ہے تو سارا بدن ٹھیک ہے اور اگر وہ خراب ہو تو پھر سارا جسم خراب ہوتا ہے جان کو وہ دل ہے۔" (متفق علیہ)

صالحین اور نیک لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دل کی دنیا آباد ہوتی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے لیے اور اخلاص سے کرتے ہیں اسی لیے ان کو اہل دل کہا جاتا ہے ان کے دل زندہ ہوتے ہیں اور پاک نیتیں صاف اور قلوب استحضار نیت سے معمور ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیوں میں اخلاص نیت کا پیکر ہوتی ہیں ان کی گفتار و رفتار ہر عمل

ہر ادا سے اخلاص و لہیت کے موتی بکھرتے ہیں کاش ہم طالب علم کو بھی کوئی ذرہ اخلاص نصیب ہوا۔ اکیں میں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ نیت اگر اچھی و درست ہوگی تو نیت پر عمل نہ ہونے کے باوجود اجر و ثواب ضرور مل ہی جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں پھر اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا مگر وہ نیکی کر نہیں سکا تب بھی اللہ تعالیٰ اس ارادہ و نیت نیکی کو پوری نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر نیکی کا ارادہ کیا پھر اس کو کر بھی لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس نیکی کو دس سے لے کر سات سو گنا تک لکھ دیتے ہیں اور مزید بڑھا دیتے ہیں اور اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور اس کو کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ برائی نہ کرنے کے صلے میں، اس برائی کو ایک پوری نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر برائی کی نیت کی پھر برائی کر بھی لی تو اللہ تعالیٰ اپنے مہماں (باقی صفحہ پر)

# اسلام کی برکت اور آداب

مسئلہ ایک ایسی عظیم عبادت ہے جو جگر ڈول کو ختم کرتی ہے سلام آدمی نہ کرے تو برا سمجھا جاتا ہے اور اگر سلام کر لے تو جاہل بھی ہوگا وہ بھی جھک جائے گا کہ یہ بڑا اچھا آدمی ہے سلام کر رہا ہے اس واسطے فرمایا گیا کہ اگر باہم دشمنیاں بھی ہوں عداوتیں بھی ہوں اگر دشمن آپ کو سلام کرے تو دشمنیاں ڈھیلی پڑ جائیں گی آپ و علیکم السلام کہنے پر مجبور ہو لگے جس کا مطلب یہ کہ تمہارے لیے سلامتی ہو جب سلامتی کی دعا دے گا تو جگر ڈول ہوگا کیوں؟ خود کہہ رہے ہیں کہ اشد تمہیں سلامت رکھے۔ تو دعا بھی دے اور اوپر سے جگر اچھی کرے چنانچہ سلام نے ساری دشمنی ختم کر دی۔

اس لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ: افشوا السلام علی من عرفتم ومن لم تعرف۔ سلام کرنے کی عادت عام کرو۔ خواہ تعارف ہو یا نہ ہو۔ آج کے زمانے کا تمدن یہ ہے کہ جب تک تیسرا آدمی تعارف نہ کرے نہ بول نہ چال نہ سلام نہ کلام، یہ متکبرانہ تمدن ہے یہ اسلام کا تمدن نہیں ہے۔ اسلام کا تمدن یہ ہے کہ جب ہم میں اور تم میں اسلام کا رشتہ مشترک ہے، اسلامی اخوت اور بھائی بندی پھیلی ہوئی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ کوئی تیسرا تعارف کرے۔ خود سے ہی تعارف حاصل کر لیں کہ یہ ہمارا مسلمان بھائی ہے اور اپنا تعارف بھی اسے کرا لیں کہ میں مسلمان ہوں۔ دو حقیقی بھائی اتنے قریب نہیں ہوتے جتنے دینی رشتے کی وجہ سے دو مسلمان قریب ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک مشکل یہ ہے کہ ہم صورت سے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ مسلمان ہے یا نہیں؟ بعض اوقات سلام کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن سوچتا

ہیں کہ یہ مسلمان ہے یا عیسائی! یہودی ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ ہنریت اور وضع بھی ایسی ہو جس سے دور سے سمجھ لیا جائے کہ مسلمان آ رہا ہے تاکہ سلام میں پہل کی جائے۔ بہر حال اس حدیث میں ہدایت کی گئی کہ پہچان پہچان کر سلام نہ کرو۔ تعارف کرانے میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی امیر آدمی ہے تو اس کا تعارف کرا دیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی غریب آدمی آئے تو اس کا تعارف نہیں کرایا جاتا۔ گویا آپ کا سلام بڑے آدمی کو تو ہوگا لیکن چھوٹے کو نہیں ہوگا۔ یہ خود ایک تکبر ہے کہ چھوٹوں کو سنہ نہ لگایا جائے اور بڑوں کے سامنے جھکے۔ اسی لیے فقہانے لکھا ہے کہ اگر کوئی سواری پر جا رہا ہو اور لوگ سڑک پر سامنے بیٹھے ہوں تو سوار کا حق ہے کہ وہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے۔ اپنے اندر خاکساری پیدا کرے۔ ایسی صورت نہ پیدا ہونے دے جس میں یہ انتظار ہو کہ یہ مجھے سلام کرے کیونکہ یہ میرے سے چھوٹے ہیں۔ سب سے بڑی ذات وہ ہے

اس کے سامنے سب چھوٹے ہیں جب یہ مجھے گاتو سلام کرا بتدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ سلام کے آداب میں ہے کہ جب دو آدمی ملیں تو یہ انتظار نہ کریں کہ دوسرا مجھے سلام کرے۔ کوشش کریں میں پہلے سلام کروں۔ یہ زیادہ افضل ہے نہ کہ انتظار کرے۔ حدیث میں فرمایا گیا: تحیۃ الیہود بالاصابع و تحیۃ المسلمین بالکف۔ یہود کا سلام انگلیوں سے ہے نصاریٰ کا سلام پھیلی سے ہے اور مسلمانوں کا سلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کا سلام اشارہ محض ہے اور مسلمانوں کا سلام ایک مستقل دعا ہے کہ تم پر سلامتی ہو۔ اشد کی رحمتیں تم پر نازل ہوں۔ ہر مسلمان جو دوسرے کو دعا دے گا اس سے اس کی خیر خواہی اور محبت ظاہر ہوگی تعلق بھی مضبوط ہوگا اگر کسی سے دشمنی ہے۔ آپ کہیں السلام علیکم۔ وہ نرم پڑ جائے گا دشمنی ڈھیلی پڑ جائے گی۔ لہذا یہ بہت بڑی نعمت اور عظیم

دعا ہے تو زندگی گزارنے کے طریقوں میں اہم چیز ہے کہ تال میں دعا ہو کہ جگر ڈولوں سے جب بھی کلام کرو سلام کے ساتھ کلام کرو۔ کہ سلام علیکم لا یتنبی الجاہلین ہمارا سلام ہوا ہم ان باتوں میں نہیں پڑتے۔ (خطبات حکیم الاسلام) کا بڑا نہیں لیکن جب وہ پکارتے کہ مجھے کون محبت کرتا ہے تو اس کے لیے اپنے بازو اکر دیکھنے کے عزم و تقار اور مدد دی نہیں کیجئے تاکہ آگے چل کر وہ آپ کو یہ سب کچھ لوٹا سکے۔

## بقیہ: سوال جواب

وہ مسافر ہو گا لہذا اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ بہر حال قربانی واجب ہو یا غیر واجب دونوں صورتوں میں افضل یہی ہے کہ خود کرے یا قربانی کے وقت حاضر رہے۔ وطن میں قربانی کرانے کی شکل میں تشریفاتی ہو جائے گی لیکن یہ عمل غیر افضل ہوگا۔ (سنائی ۵/۲۲۲) س: کیا مقدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز ناسد ہو جاتی ہے؟ ج: امام کے بھولنے پر نور اللقمہ

دینا مکروہ ہے اسی طرح امام کا لقمہ دینے پر مجبور کرنا بھی مکروہ ہے امام کو چاہیے کہ یا تو دوسری سوز یا دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے یا اگر تقدیر فریضی قرأت کر چکے ہو تو کوع میں چلا جائے۔ اس کے باوجود اگر تقدی امام کو لقمہ دے اور امام لقمہ لے لے، تو کسی بھی صورت میں اچھا ہے امام تقدیر فریضی قرأت کر چکا ہو یا نہیں) نماز ناسد بہر حال نہیں ہوگی (رد المحتار ۴/۲۶) س: مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ پہلی صف پر پہنچا تھا اب اگر پہلی صف کے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے لایا جائے تو اس کے ناراض ہونے کا خطرہ ہے ایسی صورت میں کیا کرے؟ ج: اگر پہلی صف میں سلسلے سے واقف کوئی ایسا دیندار شخص یا دوست موجود ہے جس کے بارے میں گمان یہ ہے کہ برا نہیں ملنے گا تو اس کو پیچھے کرے ورنہ کسی کو پیچھے لٹ بغیر تنہائیت باندھ لے۔ (رد المحتار ۱/۴۷۸)

# تربیتی خود کشی

نقصان پہنچ رہا ہے جو کہ کوئی  
چھپی بات نہیں ہے ان دباؤں نے  
ہماری ملی اور دینی اقدار کو محض خانقاہ  
کی طرح بہا دیا ہے ان کی چمک دمک  
نے ہمیں کچھ اس طرح مبہوت کر دیا ہے۔  
کہ ہم یہ تمیز بھی نہ کر سکے کہ ان چمکتی ہوئی  
اشیاء میں ازغافل کتنا ہے اور  
کھوٹ کتنا؟ اس تیز و تند سیلاب  
کے مقابلہ میں ہم اتنے بے بس ہو کر رہ  
گئے کہ ہماری اکثریت نے اپنے آپ  
کو پوری طرح اس کے حوالے کر دیا۔  
یقیناً ہمارا معاشرہ تلپٹ ہو گیا اور  
ہمارے خاندانی نظام کا شیرازہ کچھ  
اس طرح منتشر ہوا کہ کوچہ کوچہ ہماری  
اس تہذیبی خود کشی پر نوحہ کر رہا ہے۔

**فلم ٹی وی کی سی آر، فحاشی  
بے حیائی اور بے غیبتی پیدا کرتی تھی**

فلم ٹی وی کی سی آر کا پہلا حملہ حیا  
اور غیرت کے جذبات پر ہوتا ہے۔  
تاثر دہانہ اور نقل و جہانات کے  
نظری جذبہ کے تحت بے حیائی اور  
بے غیرتی کے سین و مناظر جب انسان  
دیکھتا ہے تو دیکھنے والے کی غیرت کا  
جنازہ نکال جاتا ہے اور وہ بذات خود  
بے حیا و بے غیرت بن جاتا ہے جب ان  
میں کم از کم ایک گھر میں ٹی وی اور ٹی وی

کو شاں نہیں ہیں۔ محض لوگوں کی خصوصاً  
مسلمانوں کی اس طرف توجہ مبذول  
کرانے اور ملک و ملت اسلامیہ سے  
ان مذکورہ دباؤں کو ختم کرنے کے لیے  
ناچیز سینما، ٹیلی ویژن، وی سی آر  
ڈس اینٹینا، سرکس، تھیٹر، اسٹیج شو  
ویڈیو سینٹروں، ریڈیو ٹیپ ریکارڈرز  
وغیرہ کے ذریعہ پیدا ہونے والے  
سماجی معاشرتی، فکری، دنیاوی  
اقتصادی نقصانات بردے  
نظر لانے کی جسارت کر رہا ہے۔ ان  
تفصیلات کے مطابق قرآن و سنت  
کی روشنی میں یہ بات رذرت و دشمنی کی  
طرح خوب عیاں ہو چکے گی کہ مذکورہ  
بالا دباؤں سے معاشرے میں بے شمار  
سماجی اخلاقی برائیاں جنم لے رہی  
ہیں جن سے مسلمانوں خصوصاً بچوں  
اور عورتوں کے اخلاق کو زبردست

نقصان پہنچ رہا ہے جو کہ کوئی  
چھپی بات نہیں ہے ان دباؤں نے  
ہماری ملی اور دینی اقدار کو محض خانقاہ  
کی طرح بہا دیا ہے ان کی چمک دمک  
نے ہمیں کچھ اس طرح مبہوت کر دیا ہے۔  
کہ ہم یہ تمیز بھی نہ کر سکے کہ ان چمکتی ہوئی  
اشیاء میں ازغافل کتنا ہے اور  
کھوٹ کتنا؟ اس تیز و تند سیلاب  
کے مقابلہ میں ہم اتنے بے بس ہو کر رہ  
گئے کہ ہماری اکثریت نے اپنے آپ  
کو پوری طرح اس کے حوالے کر دیا۔  
یقیناً ہمارا معاشرہ تلپٹ ہو گیا اور  
ہمارے خاندانی نظام کا شیرازہ کچھ  
اس طرح منتشر ہوا کہ کوچہ کوچہ ہماری  
اس تہذیبی خود کشی پر نوحہ کر رہا ہے۔

**فلم ٹی وی کی سی آر، فحاشی  
بے حیائی اور بے غیبتی پیدا کرتی تھی**

فلم ٹی وی کی سی آر کا پہلا حملہ حیا  
اور غیرت کے جذبات پر ہوتا ہے۔  
تاثر دہانہ اور نقل و جہانات کے  
نظری جذبہ کے تحت بے حیائی اور  
بے غیرتی کے سین و مناظر جب انسان  
دیکھتا ہے تو دیکھنے والے کی غیرت کا  
جنازہ نکال جاتا ہے اور وہ بذات خود  
بے حیا و بے غیرت بن جاتا ہے جب ان  
میں کم از کم ایک گھر میں ٹی وی اور ٹی وی

گھنٹے سینما اور وی سی آر کے ذریعہ  
فلموں میں عمدتاً بے پردہ پوز دیکھتی  
ہیں ان کے ناچ گانے بے پردگی  
اور محسوس اور ادائیں اور اخلاق سے گری  
ہوئی حرکتیں دیکھتی ہیں اور اخباروں  
اور فلمی رسالوں میں ان کے حسن  
مذاکت پر تبصرے پڑھتی ہیں اور ان  
سے عجب و متاثر ہوتی ہیں۔ نوجوان  
لڑکیاں جب فنکاروں کی تنگ لباسی  
اور بسا اوقات بے لباسی دیکھتی  
ہیں تو انھیں تمام تر خاندانی شرافت  
اور پردہ داری کے خاندانی حسوں  
پر چڑھا ہوا برقعہ بوجھ معلوم ہونے  
لگتا ہے توھیلا لباس کھنٹے کو جی  
چامتا ہے اور دوپٹہ سر کی بجائے  
سرک کر کندھے پر آجاتا ہے معقول  
شرعی اور شریفانہ لباس جسم کے  
نسیب و فزائے عین مطابق بلکہ  
اکثر اوقات ان سے بھی تنگ ہو جاتا  
ہے قیضوں کے تنگ گلے آہستہ  
کھلنے لگتے ہیں اور نوبت بے لباسی  
سک جا پہنچتی ہے خود کو گمراہ کرنے  
کو خوب دل چاہتا ہے، یہ سب  
ہلاکت خیز تفریحات، سینما، ٹی وی  
وغیرہ کا نتیجہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
گراہی کا مفہوم ہے:

”جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی منگی  
رہیں اور غیر مردوں کو اپنی طرف  
کھینچیں اور خود بھی ان پر کھینچیں اور  
ناز سے سختی اور نٹ کی طرح گردن تیرتی  
کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل  
نہیں ہوں گی اور نہ اس کی بوجھ  
پائیں گی۔“ (مسلم شریف)

ایک روایت میں حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
”اے اسما! جب عورت بالغ  
ہو جائے تو اس کو نظر آنا جائز نہیں  
ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
چہرے اور تنھیلی کی طرف اشارہ  
فرمایا۔“ (ابوداؤد شریف)

ان سب باتوں کو جاننے کے  
باوجود نہ جلنے لوگ کیوں ان برائیوں  
سے باز نہیں آتے، نہ صرف خود یہ  
برے کام کرتے ہیں بلکہ دوسروں  
کو برائیوں کی ترغیب دیتے ہیں۔

ویڈیو سینٹروں میں نہ صرف  
مرد ہی جاتے ہیں بلکہ عورتیں اور  
نابالغ بچے بھی خود ان کیسٹوں کو اور  
اخلاق سوز فلموں کو حاصل کرنے  
کے لیے ویڈیو سینٹروں میں جلتے  
ہیں اور ویڈیو سینٹر بھی ابل س قدر  
عام ہو گئے ہیں کہ کسی شہر کا کوئی  
روڈ ایسا نظر نہیں آتا جس پر کوئی

ویڈیو سینٹر نہ ہو۔ اول تو آپ کو ہر روڈ  
اور ہر مارگٹ میں درجنوں کے حساب  
سے ویڈیو سینٹر ملیں گے ورنہ دو چار  
تو کہیں نہیں گئے۔

آخر ان ویڈیو سینٹروں کی وجہ  
سے مردوں، بچوں اور عورتوں میں جو  
سماجی و معاشرتی برائیاں جنم لے  
رہی ہیں ان کا ذمہ دار کون ہے؟  
ویڈیو سینٹروں سے نوجوانوں اور  
بچوں میں تعلیمی دلچسپی انتہائی کم  
اور بد اخلاقی انتہائی عروج پر چلی گئی  
ہے اس سے غیر اخلاقی سرگرمیوں کو فروغ  
حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ خیر ہو کہ فتنہ آخزر مان آیا  
رہے ایمان دینا باقی کہ وقت امتحان آیا

**بقیہ: اللہ کی ناستکری**

خاص مطلوبہ نعمت نہ بھی ملے تو اس پر سابقہ تمام  
نعمتوں کی ناستکری کرنا بڑی محرومی کی  
بات ہے جو دنیا و آخرت میں خسارے کا  
باعث ہو گا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر  
بجالانا چاہیے طاعات و عبادات کے  
ذریعے اور قیامت ذکر از کار تلاوت  
وغیرہ سے علی شکر ہر ایسی طرح ہر موقع محل کے  
متعلق ادعیا و ثروے سے توفیق شکر ادا کرے  
اس کے علاوہ بھی ایک خاص وقت میں بیٹھ کر  
اپنے اور اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت کو گن گن  
کر خوب خوب شکر ادا کرے جو کچھ ناستکری

## عماد الدین زنگی

القدس شریف پر قابض ظالم عیسائیوں کے خلاف جہاد کرنے والے پہلے جلیل القدر مسلمان حکمران

”ہمیں اب الرہا پر حملہ کر دینا چاہیے۔“ حکمران نے اپنے ماتحتوں سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس طویل قامت حکمران کا رنگ گندی مائل سرخ تھا، آنکھیں بڑی تھیں، اور اس کا چہرہ پاکیزگی اور وجاہت کی منہ بولتی تصویر تھا۔ وہ اپنے ماتحتوں کو اپنے فیصلے سے مطلع کر رہا تھا کہ ہمیں اب الرہا پر حملہ آور ہو جانا چاہئے۔ الرہا..... جسے صلیبی ایڈریس کے نام سے پکارتے تھے، اس شہر کو اور بھی کئی نام دیئے گئے، رہا، اعزاز، (آج کل اسے فاکتے ہیں) یہ شہر کبھی دیاربجر (موجودہ ترکی) کے نواحی علاقے میں، ایک نیم خود مختار عیسائی ریاست میں شامل تھا لیکن اب صلیبی اس پر قابض ہو کر یہاں پہلی صلیبی ریاست قائم کر چکے تھے۔ عیسائی اسے پانچواں مقدس شہر مانتے تھے۔ ان کے دیگر مقدس شہر یروشلم (بیت المقدس) انطاکیہ، روم اور قسطنطنیہ تھے۔ صلیبیوں نے یہاں زبردست فوج قائم کر رکھی تھی اور وہ موصل، دیاربجر اور بغداد وغیرہ کے لئے مستقل خطرہ بنے ہوئے تھے۔ دریائے فرات کے کنارے واقع یہ شہر مضبوط فصیلوں سے گھرا ہوا تھا۔ یہ 539ء تا 1144ء کا ذکر ہے۔ اب سے کچھ عرصہ قبل صلیبی مسلمانوں سے ان کا قبضہ اول بیت المقدس چھین چکے تھے اور اس صدمہ سے ہر مسلمان کا دل تڑپ رہا تھا۔

حکمران نے فوج کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ فوج کے تمام سپاہی بڑی پھرتی کے ساتھ سامان جنگ سے لیس ہو کر صف بستہ ہو گئے وہ اپنے سالار کے حکم کے منتظر تھے۔ تازہ دم سدھے ہوئے گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ مخفیقیں اور دیگر اسلحہ اکٹھا کیا جا چکا تھا، مستعد سپاہی اسلامی پرچم اٹھائے چاق و چوبند کھڑے تھے اور کوئی دم میں لشکر اسلام روانہ ہو اچاہتا تھا۔ سالار نے اشارہ کیا اور نعرہ تکبیر کی گونج میں اسلامی فوج الرہا کی طرف روانہ ہو گئی۔ ادھر الرہا (ایڈریس) حکمران عیسائیوں کے رہنماء جو سلن ثانی کو خبر مل گئی کہ اسلامی فوج آرہی ہے، اس کا چہرہ پریشانی اور تفکرات کی آماجگاہ بن گیا۔ اس نے فوج کے سالار کو بلا کر جلدی جلدی کچھ ہدایات دیں۔ تھوڑی دیر بعد جو سلن ثانی اپنے چند وفادار ساتھیوں سمیت فرار ہو کر کسی محفوظ مقام کا رخ کر رہا تھا۔ اسلامی لشکر جلد ہی الرہا کی فصیلوں تک آپہنچا۔ شہر کا محاصرہ کر لیا گیا اور مکمل ناکہ بندی کر دی گئی۔ اسلامی فوج کے سالار نے کہا، ”شہر کے حکام کو پیغام بھیج دیا جائے کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں گے تو انہیں کچھ نہیں کہا جائیگا۔“ پیغام بھیجا دیا گیا، لیکن کچھ دیر بعد ہر کارے، عیسائی حکام کا جو امالی پیغام لارہے تھے جس میں اسلامی لشکر کی پیشکش کو ٹھکرا دیا گیا تھا۔ اب جنگ کرنے میں کوئی چیز مانع نہ تھی۔ اسلامی فوج کی منجنیقیں حرکت میں آئیں۔ شہر پر حملوں کا آغاز ہو گیا۔ شہر میں اسلحہ اور خوراک کا وافر ذخیرہ موجود تھا۔ چنانچہ شہر والے قلعہ بند ہو کر 28 دن مقابلہ کرتے رہے لیکن 29 ویں دن قلعہ میں محصور عیسائی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اسلامی فوج شہر کی فصیلیں توڑ کر شہر میں داخل ہو رہی ہے۔

الرہا فتح ہو چکا تھا۔ وہی صلیبی جنہوں نے کچھ عرصہ قبل بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے تھے، عورتوں کو ان کے سہاگ سے محروم کیا تھا، معصوم بچوں کے سروں سے والدین کا سایہ چھین لیا تھا اب مسلمان فوج کے رحم و کرم پر تھے۔ اسلامی لشکر کے سپاہی غم و غصہ سے بے چین تھے۔ ان کی آنکھوں میں صلیبی سپاہیوں کے لئے رحم کی کوئی علامت نہ تھی لیکن یہ اسلامی لشکر تھا جس کا ایک ایک سپاہی اپنے افسر اعلیٰ کے حکم کا پابند تھا اور وہ منتظر تھے کہ دیکھیں سالار صلیبیوں کے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ سپہ سالار نے اپنی بڑی بڑی ملیح آنکھیں اٹھائیں۔ ان کے خوبصورت چہرے پر سکون تھا۔ انہوں نے حکم دیا ”جو لوگ ہتھیار پھینک دیں، انہیں کچھ نہ کہا جائے اور جن لوگوں کو قیدی بنایا گیا ہے انہیں رہا کر دیا جائے۔“ یہ اس مسلمان حکمران کا اعلیٰ ظرف تھا اور مثالی رحم دلی کیونکہ وہ اس نبی کریم ﷺ کی امت میں سے تھے جس نے 13 سال تک مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والوں کو فتح مکہ کے روز معاف کر دیا تھا۔ الرہا کی فتح کوئی معمولی واقعہ نہ تھی، اس کی خبر فوراً ہی پوری دنیا میں پھیل گئی اور تمام صحیحی ممالک میں صف ماتم جھگڑ گئی۔ مشہور مورخ علامہ ابن الاثیر کے الفاظ میں ”ایڈریس (الرہا) کی فتح فتح الفتوح: فتح مبین تھی“ ادھر پورے عالم اسلام میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ شعرا مبارکباد کی نظمیں کہہ رہے تھے۔ علامہ و مشائخ الرہا کے فاتح کو محافظ اسلام اور مجاہد کبیر کے خطاب دے رہے تھے۔ خلیفہ بغداد مقتدی الامر اللہ بھی اس فتح سے بے حد خوش تھے انہوں نے حکم دیا کہ الرہا کے فاتح کا نام خطبوں میں شامل کیا جائے۔

اپنے بھرپور جذبہ ایمانی مثالی غیرت اور بے پناہ جرات سے کام لیتے ہوئے صلیبیوں کے خلاف جہاد کا آغاز کرنے والے یہ اولین حکمران تھے۔ عماد الدین زنگی جنہیں جہاد پر ملت اسلامیہ کا محسن قرار دیا جاسکتا ہے انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کو صلیبیوں کی زبردست طاقت کے خلاف متحد اور منظم کیا بلکہ اپنے زیر انتظام علاقے میں اسلامی شریعت نافذ کر کے اسے ایک مثالی اسلامی ریاست بنا دیا۔ عماد الدین زنگی نے جب اس جہاں میں اپنی زندگی کا پہلا سانس لیا تو اس وقت عالم اسلام کے بڑے حصہ پر سلجوقیوں کی حکمرانی تھی۔ سلجوقی خاندان کے ایک بہت نامور حکمران سلطان ملک شاہ سلجوقی اس زمانے میں اس حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کے دور میں مغرب میں شام، جنوب میں یمن اور عمان اور مشرق میں چین تک اسلامی مملکت کی حدود پھیل چکی تھی۔ قاسم الدولہ آقستغر بن عبداللہ، سلطان ملک شاہ سلجوقی کے معزز مصاحب تھے۔ آقستغر، ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی سفید باز کے ہیں۔ سلطان اپنے قابل وزیر نظام الملک طوسی کی رائے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ طوسی کے مشورے پر سلطان نے آقستغر کو 477ھ میں حلب اور حماہ کا گورنر مقرر کیا۔ یہ دونوں علاقے اب شام میں شامل ہیں۔ اسی سال آقستغر کو اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا۔ آقستغر نے اپنے بیٹے کا نام عماد الدین رکھا آقستغر کی اکلوتی اولاد تھی۔ 485ھ (1092ء) میں ملک شاہ سلجوقی کی حیات مستعار کے دن پورے ہو گئے۔ ان کے بیٹے رکن الدین ابوالمظفر برکیاروق نے شوال 487ھ میں سلجوقی سلطنت کی زمام کار سنبھالی۔

یہ وہ دور تھا جب یورپ میں بیداری کی لہریں  
 کروٹیں لے رہی تھیں۔ اس وقت عیسائیوں کی حکومت  
 صرف بر اعظم یورپ تک محدود تھی لیکن سلطان ملک شاہ  
 سلجوقی کے انتقال کے بعد عیسائیوں نے بیت المقدس، فلسطین  
 اور دیگر علاقوں کی طرف لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع  
 کر دیا۔ اسی دور میں فرانس کا ایک راہب پیڑوی ہر مٹ اٹھا۔  
 اس نے ملک گھوم کر اپنی شعلہ بیانی سے مسیحیوں کے دلوں  
 میں آگ بھڑکادی۔

نومبر 1095ء میں فرانس کے شہر کلیرمانٹ میں  
 پوپ ارنن ثانی نے مسیحیوں کا بہت بڑا اجتماع بلایا۔ اس اجتماع  
 میں عیسائی راہبوں، پادریوں اور عام لوگوں نے اتنی بڑی تعداد  
 میں شرکت کی کہ شہر بھر میں جہاں دیکھو لوگ ہی لوگ نظر  
 آتے تھے۔ اسی اجتماع میں پوپ نے فتویٰ دیا کہ ”بیت  
 المقدس“ کو کافروں کے قبضے سے آزاد کروانے کے لیے خداوند  
 یسوع مسیح کے ہر پیروکار کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنی جان کی  
 بازی لگا دے۔“

بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کرنے کے لئے  
 عیسائیوں نے جو جنگیں لڑیں وہ صلیبی جنگیں کہلاتی ہیں کیونکہ  
 کلیرمانٹ کے اجتماع میں پوپ ارنن ثانی نے لوگوں کو ایک  
 صلیب دکھا کر کہا تھا ”خداوند یسوع مسیح خود اپنی قبر سے یہ  
 صلیب تمہارے سینوں پر آویزاں کرنے کے لیے نکلا ہے یہی  
 تمہاری نجات کا نشان ہے اور یہی تمہاری فتح کی ضامن ہے۔“

صلیبی جنگوں کی کل تعداد آٹھ ہے اور ان کا عرصہ  
 ۱۰۹۶ء سے ۱۲۷۱ء تک محیط ہے ان میں سے پہلی تین جنگیں  
 مشہور ہیں۔ اگست ۱۰۹۶ء میں صلیبیوں کا پہلا لشکر بیت  
 المقدس کی سمت روانہ ہوا جو ۱۰۹۹ء میں صلیبی مسلمانوں

کے قبلہ اول بیت المقدس پر قابض ہو چکے تھے اور کچھ ہی  
 عرصہ بعد ان کی حکومت بالائی الجزائرہ میں مار دین سے لے کر  
 مصر کی سرحد العریش تک پھیل چکی تھی۔

یہ دور مسلمانوں کے لیے بڑا کٹھن اور کرب انگیز تھا وہ  
 اپنی نظروں کے سامنے صلیبیوں کو بیت المقدس پر قابض ہونے  
 اور مسجد اقصیٰ میں خون کی ندیاں بہاتے دیکھ چکے تھے۔  
 فی الحقیقت مسلمان بڑی بے بسی سے دوچار تھے

مسلمانوں کی اپنے رب سے دعائیں قبول ہوئیں اور  
 ظلم و ستم کی اس سیاہ رات میں بالآخر امید کی ایک کرن چمک  
 اٹھی اور پھر اس کرن سے پھوٹنے والی کئی کرنوں نے دور دور  
 تک اجالا کر دیا جبر و اسبدا کے گھنا ٹوپ اندھیرے بھاگ  
 کھڑے ہوئے اور ارض مقدس فلسطین نور اسلام سے  
 جگمگا اٹھی۔

شب ظلمت میں امید کی یہ پہلی کرن تھی عماد الدین  
 زنگی جنہوں نے اپنی عظیم قوت ایمانی بے مثال جرأت اور  
 قیادت کی بے پناہ صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے پے در پے  
 حملے کر کے صلیبیوں کے دانت کھٹے کر دیے۔ ان کے مضبوط  
 اقتدار کی بنیادیں ہلادیں۔ صلیبیوں کے خلاف جس مقدس جہاد  
 کا انہوں نے ۱۰۵۰ء کا آغاز کیا تھا اسے پھر ان کے بیٹے  
 نور الدین زنگی اور پھر صلاح الدین ایوبی نے دوسری اور تیسری  
 صلیبی جنگوں میں پایہ تکمیل کو پہنچایا فی الحقیقت صلیبی سیلاب  
 کے آگے باندھنے کے جرأت مندانہ اقدام میں پہل عماد الدین  
 زنگی ہی نے کی۔

487ھ (1094ء) میں سلجوقی سلطنت کی باگ ڈور سلطان  
 رکن الدین ابوالمظفر برکیاروق کے ہاتھوں میں آچکی تھی۔  
 انہوں نے امیر کریو قا کو موصل کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ امیر

کریو قا، عماد الدین کے والد آقسقر کے دوست تھے۔ انہوں نے  
 عماد الدین کو اپنے پاس بلا لیا۔ انکی تعلیم و تربیت کے لئے اساتذہ  
 مقرر کئے۔ انکی رہائش، خوراک، لباس اور دیگر ضرورتوں کا اعلیٰ  
 انتظام کیا۔

495ھ میں جرکیش کے امیر کے لڑکے ناصر الدین  
 کی بیٹی سے عماد الدین کی شادی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد امیر مودود  
 موصل کی حکمرانی پر فائز ہوئے وہ بڑے غیرت مند اور باہمت  
 انسان تھے۔ انہوں نے ہی صلیبیوں کے خلاف باقاعدہ جدوجہد  
 کی داغ بیل ڈالی۔ عماد الدین تو خود دل سے اس جہاد کے خواہاں  
 تھے۔ ابھی صرف چند سال پہلے صلیبی لشکر بیت المقدس پر  
 قابض ہو چکا تھا۔ اس المناک واقعہ سے عماد الدین کا دل بے حد  
 افسردہ تھا اور وہ چاہتے تھے کہ انہیں صلیبیوں کو ارض مقدس  
 سے مار بھگانے کا موقع مل جائے۔ امیر مودود کی فوج میں شامل  
 ہو کر انہوں نے صلیبیوں کے خلاف زبردست لڑائیاں لڑیں۔  
 ان لڑائیوں میں بلاد شجستان، ایڈیا اور طبریہ کے معرکے  
 مشہور ہیں۔

507ھ / 1113ء میں طبریہ کا معرکہ پیش آیا۔  
 عماد الدین اس جنگ میں نہایت بہادری سے دشمن کی صفوں کو  
 چیرتے ہوئے شہر کے دروازے تک پہنچ گئے اور اس میں اپنا  
 نیزہ گاڑ دیا۔ ان معرکوں کے نتیجے میں عماد الدین کی دھاک  
 ہر طرف بیٹھ گئی اور صلیبی ان کے نام سے خوف کھانے لگے۔

511ھ میں سلطان محمد سلجوقی کے انتقال کے بعد ان  
 کے بیٹے سلطان محمود تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے 516ھ  
 میں عماد الدین کو واسط کا حاکم بنایا اور ساتھ ہی بصرہ کی نیابت  
 بھی سپرد کی۔ کچھ عرصہ بعد موصل کے امیر آقسقر برستی کا  
 انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد صلیبیوں نے موصل کی

طرف لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس پر  
 موصل کے دوسرے کردہ علماء کرام بہاد الدین ابوالمحسن علی  
 شہر زوری اور صلاح الدین محمد سلطان محمود کے پاس پہنچے اور ان  
 کو مشورہ دیا کہ موصل میں کسی تجربہ کار شخص کو حاکم بنایا  
 جائے۔ مشیروں سے مشورہ کیا گیا تو سب نے متفقہ طور پر  
 رائے دی کہ موصل کی امارت کے لئے عماد الدین سے بہتر  
 کوئی شخص نہیں ہے چنانچہ عماد الدین موصل کے گورنر مقرر  
 کر دئے گئے۔

عماد الدین نے رمضان المبارک 522ھ / ستمبر  
 1127ء میں موصل کا انتظام سنبھال لیا۔ اس کے ساتھ ہی  
 سلطان محمود نے اپنے دونوں بیٹوں الپ ارسلان اور فرخ شاہ  
 کی تعلیم عماد الدین زنگی کے سپرد کر دی اور انہیں اتابک کا  
 خطاب دیا۔ اتابک ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی  
 ”بزرگ اور اتالیق“ کے ہیں۔ یہ لقب سب سے پہلے سلطان  
 ملک شاہ سلجوقی نے اپنے قابل وزیر نظام الملک طوسی کو دیا تھا  
 اس کے بعد سلجوقی سلطنت میں اس خطاب کو نہایت اہمیت  
 حاصل ہو گئی اور یہ صرف اس امیر کو دیا جاتا جو بے حد محترم  
 اور ذی عزت سمجھا جاتا تھا اور نوجوان شہزادوں کی تربیت نگرانی  
 اور نگہداشت بھی اس کے سپرد کی جاتی تھی۔

مؤرخ لئن الاثیر کے مطابق یہ وہ دور تھا جب عیسائی  
 حکمران شہروں پر آبادی کا لحاظ کیے بغیر خراج لگا رہے  
 تھے۔ حلب کی نصف آمدنی اسی طرح وصول کر لیا کرتے تھے۔  
 حتیٰ کہ انہوں نے شہر کے دروازے پر باغ کے قریب جو چھیاں  
 تھیں ان پر بھی خراج لگا دیا تھا۔

صلیبی جب چاہتے، دمشق اور حلب کی چراگاہوں میں  
 آگھتے اور تباہی مچاتے۔ دمشق اور حلب کے نواحی علاقوں میں

عیسائیوں کی ٹولیاں روزانہ لوٹ مار کیا کرتی تھیں۔ 522 ہجری حلب سے شریوں کا ایک وفد عماد الدین زنگی کے پاس موصل آیا اور اس وفد نے شریوں کی مظلومیت کی داستان سنائی۔ عماد الدین زنگی نے فوج کو تیار ہونے کا حکم دیا اور حلب پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر تند و تیز تھا کہ صلیبی حکمرانوں کے ہوش اڑ گئے۔ عماد الدین عیسائی علاقے میں دور تک بڑھتے چلے گئے۔ یہ کسی عیسائی ریاست پر پہلا قاعدہ حملہ تھا۔ دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور عماد الدین زنگی نے حلب کو مستقل چھاؤنی کی حیثیت دے دی۔ وہ تقریباً ایک سال تک یہاں مقیم رہے اور اس عرصہ میں انہوں نے آس پاس کی عیسائی چوکیوں کا قلع قمع کر ڈالا۔ اگلے سال انہوں نے عیسائیوں کے زیر تسلط علاقے کے سب سے بڑے سرحدی قلعہ، حصن الاثارب پر حملہ کر دیا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یروشلم (بیت المقدس) کے بادشاہ بالڈون نے فوراً جاگیر داروں اور روسا کی کانفرنس بلائی اور ان سے صلاح مشورہ کیا کہ عماد الدین زنگی کے حملے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے آیا یہ ایک وقتی جوش ہے اور ذاتی اغراض کے پیش نظر کیا جا رہا ہے یا پھر اس کے پیچھے کوئی بڑا مقصد اور تحریک کار فرما ہے۔ بیشتر مشیروں کا خیال یہ تھا کہ یہ ایک وقتی ابال ہے اور بہت جلد اس آندھی کا زور ٹوٹ جائے گا لیکن بعض مشیروں نے اندیشہ ظاہر کیا کہ یہ طوفان تھمنے والا نہیں ہے اور عماد الدین وہی شیر دل سالار ہے جس نے طبریہ کے دروازے پر نیزہ گاڑ دیا تھا۔ شاہ بالڈون نے فیصلہ کیا کہ ایک بڑی فوج تیار کی جائے اور حصن الاثارب کی سمت کوچ کیا جائے حصن الاثارب حلب سے چار میل کے فاصلے پر انطاکیہ کو جانے والے راستے پر واقع تھا۔

جب عماد الدین کو بالڈون کی فوج کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی اپنے سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے اور دل ہلا دینے والے تکبیر کے نعروں کی گونج میں دشمن ٹوٹ پڑے۔ یہ جنگ نہایت خونریز تھی اور صلیبیوں کا اس جنگ میں بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ علامہ ابن خلدون کے مطابق لڑائی کے ساٹھ ستر برس بعد تک بھی صلیبی سپاہیوں کی ہڈیاں میدان جنگ میں بکھری رہیں۔

بالڈون کی فوج کو شکست سے دو چار کرنے کے بعد عماد الدین زنگی پھر قلعہ الاثارب کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک زبردست حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ بہت جلد قلعہ کی فصیلوں پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اس مضبوط قلعہ کی فتح سے صلیبی دہل کر رہ گئے۔ اب حلب اور نواحی علاقے صلیبیوں کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ ہو گئے تھے۔

اس دوران عیسائی فوجیں دمشق کے دروازے تک آ پہنچی تھیں۔ عماد الدین زنگی نے بحرین کا رخ کیا اور صلیبیوں کو خوفناک شکست دی۔ ان واقعات سے صلیبی اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ ان کے پادری سیاہ ماتمی لباس پہن کر یورپی ممالک جا پہنچے اور وہاں نوحے اور مرثیے پڑھنے لگے۔ اس فریاد کا اثر یہ ہوا کہ روم کے شہنشاہ شاہ فرانس نے لاکھوں سپاہیوں کو اکٹھا کیا اور 534ھ / 1140ء میں ارض شام پر یلغار کر دی۔ انہوں نے جو راستہ اختیار کیا اس میں شیزر کا علاقہ بھی آتا تھا۔

اس زمانے میں شیزر پر ابو العساکر سلطان ابن معتد حکمراں تھے۔ انھوں نے عماد الدین سے مدد طلب کی۔ عماد الدین نے فوراً فوج کو معظم کیا اور شیزر کے قلعہ کا محاصرہ کرنے والی صلیبی فوج کی جانب روانہ ہو گئے۔ دریائے عاصی کے کنارے پڑاؤ ڈال کر انہوں نے قیصر روم کو میدان جنگ

میں آنے کی دعوت دی اور کہا کہ آؤ ہم تمہاری تلواروں کا مزہ چکھیں اور تم ہماری تلواروں کا۔

شاہ روم کو قلعہ الاثارب کے عیسائیوں نے یہ کہہ کر خوفزدہ کر دیا کہ ابھی الاثارب کے معرکہ میں عماد الدین زنگی کا لشکر عیسائیوں کی فوج کا قلع قمع کر چکا ہے۔ چنانچہ میدان میں مقابلہ سود مند نہ ہوگا۔ چنانچہ قیصر روم نے پہاڑوں کی سر بلندی سے مقابلے کو ترجیح دی لیکن انہیں شاید علم نہ تھا کہ زنگی بھی ان نشیب و فراز سے حوثی آشنا ہیں۔ زنگی کا لشکر بھی پہاڑ پر چڑھ گیا اور اتنا زبردست حملہ کیا کہ دشمن اپنا سارا سامان اسلحہ، منجنیقیں وغیرہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ عماد الدین نے اپنی فوج کو لے کر صلیبیوں کا دور تک تعاقب کیا۔ ہزاروں صلیبیوں کو ہلاک، زخمی یا گرفتار کر لیا اور تعاقب اس وقت تک جاری رکھا جب تک قیصر روم کی فوج شام کے ساحل پر شاہی بیڑے میں سوار ہو کر روم کی طرف بھاگ کھڑی نہ ہوئی۔ اس لڑائی میں عماد الدین کی فوج نے بڑی مقدار میں مال غنیمت حاصل کیا۔ اس شاندار فتح پر بہت سے مسلمان شعراء نے مبارکباد کے قصیدے لکھے۔

شیزر کے بعد عماد الدین نے قلعہ عرفہ پر حملہ کیا جو طرابلس کے عیسائی نواب کے قبضہ میں تھا۔ چند ہی دن میں یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ پھر قلعہ بحرین کا محاصرہ کر لیا، اس سے قبل بحرین کے مضافات میں شاہ یروشلم اور شاہ فرانس کی متحدہ فوج نے عماد الدین کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ قلعہ بحرین کا محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا جس کے بعد عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

6 جمادی الاول 539ھ / 23 دسمبر 1144ء کا دن وہ تاریخی دن تھا جب عماد الدین نے پہلی صلیبی ریاست

کے صدر مقام الرہا کو بھی تسخیر کر لیا۔ الرہا کی فتح کے بعد عماد الدین نے دریائے فرات کے مشرقی علاقے کی طرف پیش قدمی کی اور متعدد قلعے اور شہر فتح کیے ان میں سیروج کا مشہور قلعہ بھی قابل ذکر ہے۔

عماد الدین نے جس بھر پور طریقے سے صلیبیوں کے خلاف جماد کا آغاز کیا تھا وہ پوری مسیحی دنیا کو چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔ عماد الدین صلیبی فوجوں کو ارض مقدس سے پوری طرح نکال باہر کرنے اور بیت المقدس کی بازیابی کے لیے کوشاں تھے۔ وہ اپنا یہ مشن جاری رکھتے لیکن 5 ربیع الآخر 541ھ / 14 ستمبر 1146ء کو انہیں کسی مملوک (غلام) نے شہید کر دیا۔ ان کی عمر تقریباً 60 سال تھی۔

اس بطل جلیل کی شہادت کی خبر پوری اسلامی دنیا میں انتہائی رنج کے ساتھ سنی گئی لیکن عیسائیوں میں مسرت کے شادیاں جتنے لگے۔ فرانسیسی مؤرخ مچاؤ کے مطابق:

عماد الدین زنگی کی موت نے عیسائیوں کو حیات نو عطا کر دی۔ عماد الدین زنگی شریعت کی پابندی کروانے اور قوانین حکومت پر عمل کروانے کے سلسلہ میں بہت سخت تھے۔ وہ سرکاری حکام اور فوجی افسروں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ انہیں ذاتی جائیدادیں بنانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ کبھی فصلوں اور کھیتوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں اور شہریوں اور دیہاتیوں سے معاوضہ ادا کئے بغیر کوئی چیز نہ لیں۔ وہ کہتے تھے، "جو سلطان اپنی فوج کو رعایا کی املاک اور زمین پر قبضہ کرنے کی اجازت دیتا ہے وہ بڑا ظالم اور ظالم راج دینے کا موجب ہے۔" ان احکام کا نتیجہ یہ تھا کہ علامہ ابن الاثیر کے مطابق "جب عماد الدین زنگی کی فوج کسی دیرانی علاقے سے گزرتی تو یوں محسوس ہوتا کہ دوریاں اس فوج

کے دونوں جانب پھیلا دی گئی ہیں اور فوج ان کے اندر سے اپنی منزل کی طرف جارہی ہے اور کبھی ادھر سے ادھر نہیں ہوتی۔ شہید اتابک زنگی کا انصاف مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے یکساں تھا اور رعایا کا کوئی بھی فرد خواہ اس کا کسی مذہب سے تعلق ہو عماد الدین زنگی کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا تھا۔

عماد الدین زنگی نہایت سخی، رحم دل اور غریبوں کے ہمدرد تھے۔ وہ ہر جمعہ کی نماز سے قبل ایک سو سرخ دینار مستحقین میں تقسیم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی وہ بھی اپنے قابل اعتماد ماتحتوں کے ذریعہ غریبوں کی امداد کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے ماتحت افران کو سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ ان کے علاقے میں کوئی فرد ایسا نہیں ہونا چاہیے جس کے پاس کھانے کے لیے خوراک اور پینے کے لیے لباس نہ ہو۔ عماد الدین زنگی کی سخاوت کی وجہ سے بعض مؤرخین نے انہیں 'ابو الجود کا خطاب بھی دیا۔

علامہ ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ "شہید اتابک زنگی کے دور میں موصل میں اپنے وقت کی بہترین اور انتہائی منظم حکومت تھی۔ زنگی کو اپنی رعایا کے ایک ایک فرد کی گزر اوقات کا وسیلہ اور اس کے اخراجات کی کیفیت کا علم رہتا تھا۔ ان کے مقرر کردہ نگران ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر قریہ میں پھیلے ہوئے تھے جو انہیں رعایا اور بستوں کی صورت حال سے ہمیشہ باخبر رکھتے تھے۔"

عماد الدین زنگی نے اس قسم کا نظام حکومت نافذ کیا تھا کہ ان کی رعایا خود کو ایک وسیع خاندان کا حصہ سمجھتی تھی جس کے سربراہ وہ خود تھے۔ شہید زنگی بے روزگاروں کو خود روزگار فراہم کرتے۔ مزدوروں اور کاریگروں کو اجرت کم ہونے کی شکایت ہوتی تو اجرت بڑھواتے۔ جن کا شکاروں کے پاس

زرعی اراضی کم ہوتی انہیں زمین دلواتے تھے۔ عماد الدین زنگی اپنا یہ قول اکثر دہرایا کرتے تھے "ملک ایک باغ کی طرح ہے۔ جب تک باغبان اس کی آب پاشی اور حفاظت میں سرگرم رہے گا وہ سرسبز و شاداب رہیگا، جو نہی اس نے غفلت کی، سارباغ اجڑ کر رہ جائے گا۔"

عماد الدین زنگی نے جب موصل کی حکمرانی سنبھالی تو شہر کا اکثر حصہ ویران تھا۔ مساجد ٹوٹ پھوٹ چکی تھیں۔ جامع عتیق سے لے کر محلہ طیاطلین تک ایک ویرانہ تھا لیکن عماد الدین زنگی نے موصل کا انتظام اس قدر عمدگی سے کیا کہ چند سال کے اندر اندر یہ ویرانہ آباد ہو گیا۔ اس سے قبل شام کا تقریباً سارا علاقہ بخر پڑا ہوا تھا اور صلیبیوں کی لوٹ مار سے تجارت بند ہو گئی تھی۔ عماد الدین نے ایک جانب پے در پے دستے بھیج کر لوٹ مار کا یہ سلسلہ سرے سے ختم کروا دیا دوسری جانب لاکھوں افراد کو باہر سے بلا کر دیہات میں آباد کیا۔ ہر قسم کے پھلوں کے باغات اور طرح طرح کے اناج کی فصلیں لگوائیں۔ حتیٰ کہ پیداوار اتنی بڑھی کہ پھل اور غلہ شہر سے باہر بھی بھیجا جانے لگا۔ تجارت چمک اٹھی مہار عمارتوں کی جگہ نئی اور جدید طرز کی تعمیرات نے لے لی۔ عماد الدین نے موصل کے شمال میں بھی ایک شہر آباد کیا جس کا نام خود ان کے نام پر عمادیہ رکھا گیا۔

عماد الدین زنگی ایک علم دوست حکمران تھے۔ انکی مجلس میں بڑے بڑے علماء اور صاحب علم افراد موجود رہتے تھے۔ انہوں نے اہم ملکی عہدوں کے لیے بھی قابل اشخاص کا انتخاب کیا تھا۔ ان میں ایک اہم شخصیت ابو جعفر محمد الجواد کی ہے جو عماد الدین زنگی کے مشرف (وزیر اعظم مجلس شوریٰ کے صدر) تھے۔ ابو جعفر محمد الجواد نے نہ صرح علم کی ترویج اور

سرپرستی کی بلکہ رفاہ عامہ سے متعلق متعدد کارنامے انجام دیئے۔ انہوں نے خاصے فاصلے سے ایک نہر کھدوائی جو عرفات تک پانی پہنچاتی تھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حاجیوں کو آرام و سہولت مہیا کرنے کے لیے کئی عمارتیں بنوائیں، مدینہ منورہ کے گرد ایک مضبوط فصیل تعمیر کروائی۔ وہ ہر سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مسافروں کے لیے اس قدر رقم، غلہ اور کپڑا بھیجتے تھے جو ان کی سال بھر کی ضرورتوں کے لئے کافی ہوتا تھا ان مستحقین کو فراہم کی جانے والی امداد کا حساب کتاب بھی رکھا جاتا تھا اور بیواؤں، یتیموں اور محتاجوں کے کوائف محفوظ رکھے جاتے تھے۔

عماد الدین نہ صرف صاحب علم حکمران تھے بلکہ عمل کے میدان میں بھی آگے آگے تھے۔ وہ نماز اور روزہ کو میدان جنگ میں بھی ترک نہ کرتے تھے۔

عماد الدین زنگی کی صورت میں ہمیں ایک نہایت متقی صاحب ایمان، غیرت مند اور بے انتہا دلیر سالار نظر آتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے اپنی کتاب "تاریخ الکامل" میں عماد الدین کو ہر جگہ 'شہید اتابک' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں "شہید اتابک" کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے جس قدر غیرت دینی اور شجاعت و دیعت کی تھی وہ بہت کم ناموران اسلام کے حصہ میں آئی ہے۔ ان کے جوش ایمانی کا یہ عالم تھا کہ وہ فوجوں کو لڑاتے لڑاتے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر تنہا، دشمن کی صفوں میں جا گھستے تھے اور اپنی شمشیر خارا شکاف سے ان کو کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔"

عماد الدین زنگی چاہتے تو اپنے زیر تسلط علاقے پر اطمینان سے حکومت کر سکتے تھے لیکن ان کی غیرت ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس، صلیبیوں کے

قبضہ میں رہے۔ انہوں نے انتہائی کم وسائل اور قلیل افرادی قوت کے باوجود ایک بڑی طاقت سے ٹکر لے کر اسے لرزہ بر اندام کر دیا اور اس عظیم جہاد مقدس کی بنیاد رکھ دی جس کے نتیجے میں مسلمان کچھ ہی عرصہ بعد، بیت المقدس کو صلیبیوں سے واپس لینے میں کامیاب ہو گئے۔

حوالہ کتب

تاریخ دعوت و عزیمت مولانا ابو الحسن علی ندوی

تاریخ اسلام: شاہ معین الدین

نور الدین محمود زنگی: طالب ہاشمی

تاریخ اسلام: جنس امیر علی ترجمہ حسین رضوی

مسلمان حکمران: رشید اختر ندوی

جغرافیہ خلافت مشرقی: محمد جمیل الرحمن

ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ: ثروت صولت

دائرہ معارف اسلامیہ

## لمحہء فکریہ

مسلمانوں میں اسراف کی جو بآئی ہوئی ہے شادیوں اور دیگر تقریبات میں جس طرح اسراف و تبذیر جاری ہے غیر اسلامی رسوم کی پابندی کی جا رہی ہے وہ کسی بھی قوم و ملت کے لیے تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے جس قوم کے لاکھوں لوگ نان جوئیں کے محتاج ہوں اور ستر برسوں کے لباس سے عاری ہوں۔ اہل ثروت اللہ کی عطا کردہ دولت کا بے جا استعمال کر رہے ہوں ایسی صورت میں اس قوم کے مستقبل کا کیا ہوگا؟

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

**سالانہ خریدار**

**نوٹ فرمائیں**

رسالے کے لفافے پر جو پتا چسپاں ہوتا ہے اس کے اوپر ہر خریدار کا خریداری نمبر درج ہوتا ہے۔ خریدار حضرات نوٹ فرمائیں

اگر آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو چکی ہے تو پہلی فرصت میں اس کی توسیع فرما لیں، ورنہ آپ کی خریداری معطل ہو سکتی ہے



**اہم اعلان**

محترم قارئین کرام!

ہمیں امید ہے کہ ماہنامہ "رضوان" بلاناغہ آپ کو پہنچ رہا ہوگا۔ ہمیشہ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ رسالہ کو آپ تک وقت پر پہنچا سکیں تاکہ آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔

یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس وقت گرائی آسمان کو چھو رہی ہے۔ ہر چیز کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ کافذ کی قیمت بھی بے تحاشا بڑھ گئی ہے۔ مجبوراً ہم کو بھی "رضوان" کے سالانہ زرقعوں میں دس روپیہ کا اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ لہذا مارچ ۲۰۱۱ء سے "رضوان" کا سالانہ زرقعوں سو (۱۰۰) روپیہ

ہر گام امید ہے کہ قارئین اس کو بخوشی قبول کریں گے۔  
فی شمارہ ۹/۱۰ روپیہ سالانہ زرقعوں ۱۰ روپیہ  
د اسلام

**حسنی فارمیسی کی مفید دوائیں**

**نشکر**

شکر کی کمی کا مہلک ترین ۱۹۵۳ قدرتی بڑی بوٹیوں سے تیار شدہ پیشاب سے شکر کو ختم کر کے خون میں شکر کو کنٹرول کرتی ہے

**ہردینا**

بڑھتی ہوئی عمر کی نشانیوں کو ختم کرنے کے لئے ہر روز دو دو پیشاب میریت خون اور مین کیلے کھائیں

**بطینا بیدون**

قبض اور گیس کی کامیاب دوا  
جگر اور پتھری کی خرابیوں کو دور کرنے والا طبی نسخہ ہے  
پیشاب بھراؤ ریت کے دورم کمزوری، درد اور پتھری کا بے نظیر نسخہ ہے

**زودامین**

فشارخون اور جلدی امراض کا شکر ویت  
خون کی نشاوریوں سے پیشاب نکالتی  
اور جلدی امراض کا کامیاب نسخہ ہے  
بیماری کے لیے نہایت مفید اور اثر کارکن

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

**HASANI PHARMACY**

Ph. (O) 202677. (R) 229021 (F) 229174 (M) 9938023223, 177/41 Gwynne Road Lucknow - 226018 UP (INDIA)

بکرا بیچنا چاہتا ہے بعض لوگ اسے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں ضرر کیا حکم ہے؟

ج: صورت مسؤلہ میں یہ شخص بکرا بیچ سکتا ہے بکرے کی قربانی کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ (منہدیہ ۲۹۱/۵)

س: ایام تشریق میں ہر فرضی نماز کے بعد جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اسے ایک مرتبہ پڑھنا چاہیے یا تین مرتبہ؟

ج: تکبیر ایک بار کہنا واجب ہے۔ (منہدیہ ۱۵۲/۱)

تین بار کہنا سنون نہیں ہے اور تین بار کہنے کا قول صحیح اور مفتی نہیں ہے (تحقیق ۴۹/۳)

س: زید اس سال اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لیے جا رہا ہے کیا وہ دونوں کی طرف سے عید الاضحیٰ کے دن اپنے وطن میں قربانی کر سکتا ہے؟

ج: حج کے لیے جانے والے پر قربانی اسی صورت میں واجب ہوگی جب وہ مکہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے ورنہ چونکہ (باقی صفحہ ۲۷ پر)

**مفتی راشد حسین ندوی**

**سوال و جواب**

ج: نہ کیا ہو؟  
ج: مذکورہ شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہ صاحب حیثیت ہو اور حج خود اسی پر فرض ہو، تو اس کے لیے اپنا فرض حج چھوڑ کر حج بدل کے لیے جانا مکروہ تحریمی ہوگا۔ اگر حج بدل ہو جائے گا (فتاویٰ ۲۶۲/۲)

س: ایک غریب آدمی (جس کے اوپر قربانی واجب نہیں ہے) کے پاس ایک پلی ہوئی بکری تھی اس سے دو بچے ہوئے تو اس نے دل میں نیت کی کہ انشاء اللہ اس میں سے ایک کی قربانی لڑوں گا لیکن اب کسی ضرورت سے وہ شخص مذکورہ

س: میں نے قربانی کے لیے ایک بکرا پال رکھا ہے لیکن اس کی ایک سینگ کا خول اُدھے سے کچھ زیادہ ٹوٹ گیا ہے۔ گودا لال رنگ کا موجود ہے اس کی قربانی ہو جائے گی یا دوسرا بکرا خریدوں؟

ج: مذکورہ بکرے کی قربانی درست ہے۔ (منہدیہ ۲۹۷/۵)  
س: جس جانور کی جنس ظاہر نہ ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ یہ نر ہے یا مادہ اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

ج: اس طرح کے جانور کی قربانی درست نہیں ہے (منہدیہ ۲۹۹/۴)  
س: حج بدل کیا ایسے شخص سے کرایا جا سکتا ہے جس نے ابھی

# شہد

سید فضل اللہ قادری ندوی

## اور اس کی افادیت

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا خطہ و علاقہ ہو جہاں کے باشندے شہد کے نام سے ناواقف ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شیرینی کی لذت سے آشنائی پہلے پہل شہد کے استعمال سے ہی حاصل ہوئی وہ زمانہ جس وقت کہ شکر سازی کی صنعت کا وجود نہیں تھا شہد ہی اہم ترین شیرینی تھی جو استعمال کی جاتی تھی لیکن جب صنعتی انقلاب آیا اور دیگر صنعتوں کے وجود کے ساتھ ساتھ شکر سازی کی صنعت معرض وجود میں آگئی اور وہ بہ آسانی بازاروں میں دستیاب ہونے لگی تو شہد کی استعمال کی جانب سے توجہ ہٹنی شروع ہوئی کیوں کہ اس کا حصول مشکل ہونے کے ساتھ ساتھ قوت خرید بھی کم ہونے لگی اور آہستہ آہستہ لوگ اس لذت کو بھول گئے یہاں تک کہ اس کی دوائی افادیت بھی ذہنوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی۔ شہد کا استعمال متروک تو نہیں ہوا لیکن کم ضرور ہو گیا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صحت کے نقطہ نظر سے دیگر تمام شیرینیوں کے مقابلے میں شہد بہت زیادہ سود مند ہے دیگر شیرینیوں میں مضرت کا اندیشہ موجود ہے اور تحقیقات اس امر پر شاہد ہیں کہ دانتوں کی خرابی معدہ

جگر پر اس کے مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں حالانکہ قدرت نے اپنے فضل و کرم سے اسے انسانوں کے لئے ایک ممتاز نعمت کی حیثیت سے پیدا کیا اور فیہ شفاء للناس کے الفاظ سے نوازا گیا۔ شہد کی افادیت میں جہاں بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے سورہ النحل میں شہد کی مکھیوں کے پورے نظام حیات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے مکھیوں کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کے لئے تندرستی ہے اور ان لوگوں کے لئے اس میں نشانی ہے جو غور و فکر کی استعداد رکھتے ہیں اور اسی صورت میں دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں اپنے چھتے بناتی پھرے۔ پھر ہر پھول، پھل سے رس چوس چوس کر ہلکی پھلکی پرواز کر کے پہنچ جایا کرے۔ اب اس کے شکم سے طرح طرح کے مشروب مثل (شہد) خارج ہونے لگتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفاء امراض کی خاصیت بھری ہوئی ہے اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی موجود ہے۔

شہد کا ذکر طب نبوی میں بھی ملتا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”دو چیزوں سے صحت حاصل کرو۔ شہد اور قرآن کریم سے۔“ اس حدیث سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ شہد صحت انسانی کے لئے تریاق ہے۔ امراض جسمانی کے لئے ایک تیر بہدف دوا ہے۔ اور قرآن روحانی بیماریوں کے ازالے کا سرچشمہ اور دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص تین دن مسلسل شہد استعمال میں لائے اسے کوئی بڑی بیماری لاحق نہیں ہوگی درد شکم اور اسہال کی بیماری میں آپ ﷺ نے ایک صحابی کو اس کے استعمال کی ہدایت کی۔ آپکو غوثی علم و یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شفاء للناس

فرمایا ہے۔

طب یونانی طریقہ علاج کا انحصار انہی نباتی پودوں پر ہے اور شہد کی مکھیاں انہی کارس چوس کر شہد کی شکل میں دیتی ہیں لہذا اس کی افادیت تسلیم شدہ ہے اور یہ صفت پودوں اور پھولوں کی بدولت ہی پیدا ہوتی ہے اور شہد انہی ذرات سے مرکب ہوتا ہے یہی ذرات زیرک و باشعور مکھیوں کے ذریعہ سے یک جا ہو کر ان کے چھتوں میں شہد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں شہد کی مکھیاں پھولوں پودوں سے تین قسم کے اجزا حاصل کرتی ہیں ایک حصہ شہد کی شکل میں تبدیل ہوتا ہے دوسرا مکھی کی غذا بن جاتا ہے اور تیسرا اجزان کے مسکن کی تعمیر میں کام آتا ہے۔

طب قدیم کی کتابوں میں شہد کا تذکرہ موجود ہے اور اطباء قدیم نے اپنے تجربات و مشاہدات کو قلم بند کیا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس کی ماہیت افادیت اور افعال و خواص کا تذکرہ کیا ہے بقرطانی نے اس کا طبی استعمال لکھا ہے۔ شیخ الرئیس نے طبی افعال و خواص لکھے ہیں اور لکھا کہ اگر شہد کو گرم کر کے روغن گل ملا کر پلایا جائے تو کیڑے مکوڑے کے ذنک مارنے سے جو زہریلے اثرات جسم پر مرتب ہوتے ہیں ان میں مفید ہے یہ ایون کا تریاق ہے۔ اس کے ذریعے قے کرنا زہر کے اثرات کو دور کرتا ہے۔

### شہد کی کیمیائی ترکیب ایک نظر میں

پانی ۱۷۲۵۔ فرکٹوز ۳۸۲۵ گلوکوز ۳۲۳۵ مالٹوز ۷۳۵ سکروز ۱۳۵ دیگر شکریات ۱۶۵

### معدنیات

پوٹاشیم سوڈیم کپاشیم میگنیشیم فاسفورس کلورین فولاد کلورائیٹ تانبا

### حیاتیات

تھیامین رائبو فلورین فولک ایسڈ صمغیات اور لطیف فراری روغنیات کے اجزا بھی کسی قدر موجود ہیں اس کو قاتل جراثیم بھی کہا گیا ہے ڈکٹر ڈبلیو جی بیچٹ نے مختلف امراض کے جراثیم کو شہد خالص میں رکھا اور یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ تمام جراثیم مر چکے تھے۔ سائنسی تحقیقات کے رسالے جرنل جے فارماکول ۸۳-۸۳ کے شمارے کے مطابق شہد فنگس اور جراثیم کا قاتل ہے شہد ہائیڈروجن پر آکسائیڈ بناتا ہے، مصنوعی طور پر یہ مرکب پانی ہیرم پر آکسائیڈ اور کسی ہلکے معدنی تیزاب کو باہم ملا کر حرارت پہنچا کر عرق کی شکل میں حاصل کیا جاتا ہے یہ بہترین دافع تعفن ہے۔ بہترین معدل آڑنے ٹو ہے لیکن اس اہم ترین جوہر کو قدرت نے مکھیوں کے توسط سے شہد کے اندر ودیعت فرمایا ہے اس جوہر کی موجودگی کے سبب (خناق و فستیریا)، حلق کے امراض خاص کر سرخ حنار، ذیابیطس کالی کھانسی، سمیت یوریوریمیا صرع ایپسی لپسی جیسے امراض میں شہد کا استعمال ہوتا ہے اور اس مرکب کے سبب سے جراثیم ہلاک ہوتے ہیں۔

### شہد کے دوائی اثرات

طبی افعال کے اعتبار سے یہ سرلیج البضم ہے فوراً ہی جزو بدن ہو جاتا ہے تو اتائی پیدا کرتا ہے پھول کی آنتوں کی امراض کا نہایت موثر علاج ہے ورزش کرنے کے عادی لوگوں کے لیے بہترین دوا ہے اور توانائی حاصل کرنے کا مناسب ذریعہ ہے یوزھوں کے قلب کو تقویت بخشتا ہے گردہ اسے دیگر شکریات کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے پر جذب کرتا ہے لہذا گردے کے لیے ایک عمدہ دوا ہے۔

شہد کو بطور نخلہ استعمال کیا جائے تو دوسے کے مریض کی